

ہفت روزہ

راہوی

مہینہ مبارک

ذی القعدة سنہ ۱۳۷۵

مع شہادت حضرت مومنان علی

شیر امانہ و دارالابو

11 NOV. 1955

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

Printed

ہفت روزہ خبریں

الذی نور ۱۹۵۵
ہدیت خند
سالانہ ... گیارہویں
ششماہی ... چھویں
فنی پیر ... چوتھے

— کراچی - ۲ نومبر - آج پاکستان اور ترکیہ کے درمیان ایک فضائی معاہدہ پر دستخط ہو گئے ہیں جس کے مطابق دونوں ملکوں کے طیاروں کو ایک دوسرے کے علاقہ میں آنے جانے کے حقوق حاصل ہوں گے۔ اور انقزو سے کراچی تک براہ راست فضائی سروس قائم ہو سکے گی۔

— لاہور - ۲ نومبر - مغربی پاکستان کے وزیر مال - بھائی سنگھ انجمنی - مرط محمد ایوب کھوڑو نے بتایا کہ تمام مغربی پاکستان میں شراب نوشی ممنوع قرار دینے کا سوال اس وقت حکومت کے زیر غور ہے۔

— کراچی - ۲ نومبر - امریکی اقتصادی امداد کے پندرہ کراڑ کے تحت جو سوئی کھڑا کراچی پہنچا ہے۔ اس کی تقسیم اس ماہ شروع کر دی جائے گی۔

— کراچی - ۲ نومبر - دستور ساز اسمبلی میں متحدہ محافظہ اسلام بیگم کی کوشش پارٹی نے آج صبح ایک اجلاس میں دستور سے متعلق بعض خاص امور کا جائزہ لینے کے لئے سولہ افراد پر مشتمل ایک سب کمیٹی مقرر کی ہے۔

— لاہور - ۲ نومبر - انتظامی اصلاحات کمیشن کا پہلا اجلاس کل صبح اسپتالی ہال لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں ابتدائی امور پر بات چیت کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال کمیشن کا صدر مقام لاہور ہوگا۔

— کراچی - ۲ نومبر - سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ معاہدہ بغداد کی کونسل کا اجلاس عنقریب منعقد ہوگا۔

— لاہور - ۲ نومبر - بھارت میں چھوٹی ہوئی اٹاک کے ریلوے کی جانچ پڑتال کا کام آج شروع ہو گیا۔

— کراچی - ۲ نومبر - حکومت پاکستان نے افغانستان کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس نے ڈیولپمنٹ لائن کو عبور کرنے کی کوشش کی تو اس کے خلاف فوری اور مؤثر کارروائی کی جائے گی۔

— کراچی - ۲ نومبر - پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر عبدالرحمن البسام نے اعلان کیا ہے کہ اٹاک ملک برطانیہ کو "مختار برائیتی" پر قابض رہنے کی کبھی اجازت نہیں دے گا۔

— قاہرہ - یکم نومبر - قاہرہ میں افغان سفیر صلاح الدین سلجوقی نے اعلان کیا ہے کہ اگر افغانستان مغربی طاقتوں سے اسلحہ حاصل کرنے میں ناکام رہا تو وہ دوس سے اسلحہ خریدے گا۔ تاکہ وہ اپنی فوج کو جدید ترین اسلحہ سے لیس کر سکے۔

— پیرس - ۲ نومبر - خیال ہے کہ سابق سلطان مراکش سیدی محمد بن یوسف ۸ نومبر کو پھر مراکش میں تخت و تاج کے مالک مقرر کر دئے جائیں گے۔

— نیویارک - ۲ نومبر - اقوام متحدہ میں سعودی عرب کے مستقل نمائندے نے کلی یہ اعلان کیا کہ اگر برطانیہ کے ساتھ افغانستان برائٹی کا مسئلہ پر امن طریق پر حل نہ ہوا۔ تو اسے حل کرنے کے لئے ہمیں قوت استعمال کرنی پڑے گی۔

— واشنگٹن - ۲ نومبر - امریکہ کے ممتاز جریدہ "نیوزویک" نے یہ انکشاف کیا ہے کہ بھارتی حکومت اسرائیل کو اسلحہ جہاز کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔

— بیت المقدس - ۲ نومبر - آج العریجہ کے سرحدی علاقہ میں مصر اور اسرائیل کی فوجوں میں زبردست جنگ چھڑ گئی۔ جس میں پچاس مصری شہید ہوئے اور چالیس گرفتار کر لئے گئے۔ یہودیوں کے چار سببائی ملک اور ۱۹ زخمی ہوئے۔ غزہ کے علاقہ میں بھی خریفین میں جھڑپ ہوئی ہے۔

— نئی دہلی - ۳ نومبر - پاکستان اور ہندوستان کے نمائندوں نے گزشتہ پیر کے روز واشنگٹن میں ایک سمجھوتے پر دستخط کئے جس کی رو سے مغربی پاکستان کو فصل بیج کے لئے ہندوستان کی طرف سے آٹے والے دریاؤں اور نہروں کا پانی اسرائیل ۱۹۵۶ء تک بدستور ملے گا۔

— قاہرہ - ۲ نومبر - فیرسکاری اطلاعات کے مطابق آج اسرائیلی دستوں نے بکتر بند کاروں میں سوار ہو کر غزہ کے مشرق میں ایک حملہ کیا۔ مصری فوجوں نے جوابی کارروائی کر کے اس کو ناکام بنا دیا۔

— بغداد - ۲ نومبر - ایک اعلانیہ میں بتایا گیا ہے کہ عراقی بغداد کو نسل کا پہلا اجلاس یہاں ۲۰ نومبر کو منعقد ہوگا۔

نوجوان لڑکی نے کیا جو کارخانہ میں ہر گھنٹے والے نوادار ہر قسم کی رہنمائی کرتی ہے۔

ہم نے اسے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو اس نے وہ کارخانے کے دائرہ کے پاس لے گئی جو بڑی عمدہ پیشانی سے پیش آیا اور خود اس کارخانہ کا مساندہ کرانے کے لئے گیا۔

کارخانہ میں سینکڑوں زن و مرد ٹیلیفون خانے کے مختلف کام سر انجام دے رہے تھے۔ ہماری یادداشت کرکے آگیاں پر کوئی اثر نظر نہ آتا تھا اور وہ کام میں اسی طرح مشغول تھے مساندہ کے بعد ہم دفتر میں گئے اور ان سے ٹیلیفون کراچی اور پٹنہ کی کارروائی میں ملوث کی گئی تھیں۔

ظاہر کی۔ ڈاکٹر کرتے ہیں بڑی بڑی ٹیلیفون لائنیں دیکھتے ہوئے پاکستان میں اپنے نمائندے کا پتہ دے دیا کہ وہ اس کام پر ہماری رہنمائی کرے گا۔

شام کے قریب ہم واپس لندن آ گئے۔ آج ہم نے ۲۵۰ میل کے قریب طویل سفر طے کیا تھا اس لئے رات کا کھانا کھا کر سو گئے۔ (باقی باقی)

سب عیوہ ہو۔ بلکہ پولیس اور جیٹریٹ کی عیوہ ہوں اور طالب علم جب بھی وہاں سے شوروں میں آئیں تو ان کا مخصوص لباس جس سے معلوم ہو جاتے کہ یہ طالب علم ہیں اس طرح جو بد اعتدالوں کے مظاہر سے یہاں میلوں نما نشوں پر ہوتے ہیں۔ طالب علم ان میں سے ہونے سے محترز نہیں گئے کیونکہ وہ اپنے لباس میں نمایاں ہوں گے

ٹیلیفون بنانے کا کارخانہ

یکمیرج میں کارخانے کی ایک سو اور جی جی۔ جب میں سوشل لائن کے شریعت اسے گزرا تو وہاں ایسی کاریں دیکھنے میں آئیں جن میں ٹیلیفون لگے ہوئے تھے۔ ان سے تحقیق کرنے کا وقت دہل سکا۔ اس لئے لندن میں کہتے ہی اس جتنی پر ٹیکسیوں کے کرایہ کی شکل میں کافی رقم صرف کی۔ آخر میں پتہ چلا کہ وہاں میں ایسے ٹیلیفون کا ایک مشہور کارخانہ موسومہ پانی ٹیلی کیئر ٹیلیفون یکمیرج میں موجود ہے۔ اس لئے یونیورسٹی کی لبر کے بعد اس کارخانہ میں جا چکے۔ جہاں ہمارا استقبال ایک

بقتیہ سفر نامہ یورپ (حصہ ۱۲ سے آگے)

کمپنی کا مسافر شہر سائنس میں میاں کے طالب علموں نے ہجرت انگیز ترقی کی ہے۔ اس سفر کی طرح میاں بھی مختلف کالج ہیں جن میں ہزاروں طالب علم اساتذہ کی نگرانی میں حصول علم میں مشغول ہیں۔ اس یونیورسٹی میں سینکڑوں نیشنل۔ قدامتوں اور بائرن نے تعلیم حاصل کی جو دنیا کے فرنگیس ہیں تین تین ہستیاں تسلیم کی گئی ہیں۔ اس سفر کی طرح یہاں بھی یونیورسٹی کا اپنا عجائب گھر۔ لائبریری اور کالوں میں بیٹے ہاؤس۔ کنگ کالج۔ ٹرنٹی کالج۔ بہت مشہور درگاہیں ہیں۔

پاکستان میں یونیورسٹی قانون کی ضرورت

ان ہر دو کی سیر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ پاکستان میں یونیورسٹی قانون علیحدہ ہونا چاہیے تمام کالج وہاں منتقل ہو اور طلباء کی رہائش کا انتظام بھی وہیں ہو۔ یونیورسٹی کالینڈر کالج کیمپل کے میدان۔ ڈاکٹر تھامز مگر کیمپی وغیرہ

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عید اللہ انور پرنٹر پشور جمپا اور دفتر اخبار ظلم الدین "شیر" اولادہ دواؤں لاہور سے شائع ہوا)

خدا مال دین لہو

ہفت روزہ

جلد ۱ | یوم جمعہ - ۲۵ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۵۵ء شمارہ ۲۹۹

مکمل مہنت شراب

شراب اُمّ الخبائث ہے یعنی تمام خباثتوں کی اصل اور جڑ۔ اس کا پاکستان میں وجود ہی پاکستانی قوم کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ ہے۔ کیونکہ پاکستان کے معنی ہیں پاک لوگوں کا پاک ملک شراب اور دوسری حوام اشیاء کا استعمال ملک و قوم دونوں کے پاک ہونے کے دعوے کی تزیید کے لئے کافی ہے۔

شراب کسی مذہب میں جائز نہیں۔ اسلام نے اس کو ناپاک اور شیطانی کام قرار دے کر مسلمان کو اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خرید و فروخت دونوں کی ممانعت فرمائی ہے۔ نہ صرف شرعاً بلکہ عقلاً اور اخلاقاً بھی شراب کا استعمال انسان کے لئے ہر لحاظ سے نقصان ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اگرچہ شراب پانی کی طرح استعمال ہو رہی ہے۔ لیکن وہاں بھی اس کے مضر ہونے کا احساس حکومتوں اور عوام دونوں کے اندر پوری طرح پایا جاتا ہے۔ امریکہ نے تو ایک دفعہ اس کے مکمل امتناع کا قانون بھی بنا دیا تھا۔ لیکن چونکہ شراب امریکہ والوں کی گھنٹی میں رچ چکی تھی۔ اس لئے یہ قانون وہاں کارگر نہ ہو سکا۔ اور بالآخر حکومت کو اُسے واپس لینا پڑا۔

پاکستان کا تو قیام ہی اسلام کے نام پر ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے نام کی لاج رکھنے

کے لئے ضروری تھا۔ کہ اس کو ہر خباثت سے پاک رکھا جاتا۔ آٹھ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں کوئی قابل قدر اقدام نہیں کیا گیا۔ سارے پاکستان میں صرف پنجاب ہی میں چند سال قبل شراب نوشی کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ پنجاب میں بھی غیر مسلموں کو اس کے استعمال کی اجازت تھی۔ بعض مسلمانوں کو بھی پرمٹ پر اس کے چمپے کی اجازت تھی۔ اس طرح بندش کا حکم مضحکہ خیز بن کر رہ گیا۔

گزشتہ ہفتہ اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر ہمیں بے حد مسرت ہوئی کہ مغربی پاکستان میں شراب نوشی کو ممنوع قرار دینے کے سوال پر حکومت خود کو سہی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نہ صرف مسلمان ہی بلکہ غیر مسلم بھی اس کا خیر مقدم کریں گے۔

اس موقع پر ہم حکومت سے درخواست کریں گے کہ پہلے کی طرح امتناع شراب کے قانون کو مضحکہ خیز نہ بننے دیا جائے۔ اگر امتناع ہو تو مکمل ہو۔ اور مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے ہو۔ اس سلسلہ میں ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ کہ مرکزی حکومت سارے پاکستان کے لئے کیوں قانون نہیں بناتی؟ بہتر تو یہی تھا کہ سارے پاکستان کے لئے قانون بنایا جاتا۔ مغربی پاکستان میں اس قسم کا قانون بھی ہم غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور دعا

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مغربی پاکستان کی حکومت کو امتناع شراب کے سوال پر غور کرتے وقت صحیح اسلامی جذبات سے مرشاد فرمائے۔ خسارے کے خوف اور باقی وساوس و خطرات سے اس کو بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم آمین۔

مجلس فکر۔

ہمیں افسوس ہے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کی لاہور سے غیر حاضری کے باعث اس عنوان کے ماتحت نہ ہم آج کی اشاعت میں پچھ شائع کر رہے ہیں اور نہ ۱۸ نومبر ۱۹۵۵ء کے شمارہ میں کچھ پیش کر سکیں گے۔ انشاء اللہ ۲۵ نومبر سے پھر یہ عنوان باقاعدہ ”ہزام الدین“ میں پیش خدمت ہوتا کرے گا۔ ۳۱ نومبر ۱۹۵۵ء کی مجلس ذکر میں حاضرین کی تعداد معمول سے کم تھی۔ لیکن بایوس کن نہ تھی۔ مقامی احباب کو ہم حضرت مولانا کے ارشادات یاد کرانا چاہتے ہیں۔ جو انہوں نے ۲۴ اکتوبر کو ذکر کے بعد فرمائے تھے۔ یہ ارشادات ۲۲ نومبر کے شمارہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ۲۳ نومبر ۱۹۵۵ء کی مجلس کی حاضری دیکھ کر ہمیں بے حد صدمہ ہوا۔ احباب نے یا تو حضرت کے ارشادات کو بالکل بھلا دیا۔ یا ان پر عمل کرنا ضرور نہیں سمجھا۔ ۱۸ نومبر ۱۹۵۵ء کی حاضری کے متعلق ہم آئندہ اشاعت میں عرض کر سکیں گے۔ اب تو یہی دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے احباب کے اندر مرکز کی اہمیت اور اس سے وابستگی کا احساس پیدا فرمائے۔ آمین!

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجدین شیوہ نوالہ الہود

قبل از بعثت ان کی حالت
چلن ان کے جتنے مختصر سب و مشاہدہ
ہر اک لوٹ اور واپس تھا بگناہ
فسادوں میں گستاخا ان کا نہ تھا
نہ تھا کوئی فسادوں کا آریا

وہ تختے قتل و غارت میں جلا لاک رہے
 دہندہ سے ہوں شکر بھی بھیا ک جیسے
 نہ ٹھٹھکتے تھے ہرگز جہان میں
 سبھی نے نہ دیکھے جب جہان کی ہڈیاں تھیں

جو شخص آپس میں طرہ میٹھے ہے
 تو صدی بقیہ بیکہ میٹھے ہے
 بلند ایک ہوتا تھا گردان شری
 تو اس سے بھرک ٹھٹھا تھا ملک سارا

قبل از نشت ان کی خوشنوازی
جو پستی حتی پیدا کسی گداز می و غنر
تو خود شهادت سے یہ رجم دارد

پھر بے دیکھتی جیتے تلویر کے تلویر
کہیں زندہ گاڑا آتی تھی اس کو جا کر
وہ گو ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جسے سانپ جیسے کوئی جتنے والی

قبل از بخت ان ہیں جوابی استر بخوری
جوا ان کی دل رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا بڑی تھی
تغیث تھا غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بڑی تھی

قرآن مجید پر ایمان لانے اور اسے اپنا دستور العمل بنانے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی برکت سے انہیں لوگوں میں ایسا انقلاب آیا کہ خلیفے مقدس و صدقہ لا مشربک کے دربار سے بھی ان کی تعریف ہونے لگی۔ چنانچہ ارشاد ہوا:-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذُكِّرْتُمُونَ يَا أَيُّهَا
(سورة آل عمران ركوع الآية ١٠٤)

ترجمہ :- تم سب اُمّتوں میں سے بہتر ہو۔ جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو۔ اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

جو نقشہ ان لوگوں کا مولا نا حالی کی زبان سے آپ

وہ ڈنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
 جلیسل ایک سہارا تھا جس بنا کا
 ازل میں منیت نے تھا جس کو تا
 کہ اس گھر سے اُبلے گا پستہ بدلی
 وہ تیرا تھا اک بت پرستوں کا گویا

جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا
قنبلیے قنبلیے کا بت اک خستہ تھا
کسی کا پہل تھا کسی کا صف تھا
یہ عوا پہ وہ نالکہ یہ منہ تھا
اسی طرح گھر گھر بیا کہ نہ تھا

کفر سے یہ مراد ہے کہ احکام الہی کے تسلیم کرنے سے انکار کرنا۔

قوله تعالى :- (وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ
 نَشَاءُ مِنْ عَذَابِ الْقُرْآنِ فَلَا يَأْذِيهِمْ
 يَدَيُنَا) (سورة السجدة ٤٢)
 (ترجمہ) اور کافر کہتے ہیں ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں
 لائیں گے۔ اور نہ اس پر جو اس سے پہلے موجود ہے۔

قرآن مجید پر ایمان لانے سے پہلے ان کی زندگی حیلوں سے بھی بندھتی۔

قوله قالے :- (وَلَقَدْ خَرَأْنَا إِبْرَاهِيمَ كَشِيرًا
مِّنَ الْجِنِّ وَآلًا لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ هَآءِهِ
وَلَهُمْ آعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ هَآءِهِ وَلَهُمْ
آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ هَآءِهِ أُولَٰئِكَ كَلَّا نَتَذَكَّرُ
بِأَنَّهُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ)
(سورة الاعراف ركوع ٥٤ بارہ ۹)

ترجمہ :- اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جن اور آدمی پیدا کئے ہیں۔ ان کو بدل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں۔ اور انکے ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں۔ اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ ایسے ہیں جنہیں پائے۔ مگر ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

قَوْلًا كَلَامًا - (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا مِنْ أَمْرٍ فَإِنَّكُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَعَيْنِهِمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ) (سورة الحديد - آية ١٧)

ترجمہ :- اور سب مل کر اللہ کی اسی مضبوط پکڑ اور
 پھوٹ نہ ڈالو۔ اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔
 جبکہ تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر تمہارے دلوں میں الفت
 ڈال دی۔ اور تم اس کے فضل سے بچائی بھائی ہو گئے۔
 اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر تمہیں
 اس سے نجات دی۔ اسی طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں
 بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت پر مسسری نظر ڈالنے سے یہ بات صاف
ظاہر ہو پہ معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لانے والوں
میں یہ انقلاب آیا کہ جو لوگ ایک مذہب کے دشمن تھے
دوست بن گئے۔ اور جو لوگ دوزخ میں داخل ہونے
والے تھے۔ وہ بہشتی ہو گئے۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ چیز باسانی معلوم ہو سکتی ہے کہ ان میں کون کون سے گناہ تھے جن کے باعث وہ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہنچے ہوئے تھے۔

پہلا شرک بن پرستی

قُلْ تَعَالَىٰ (سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاءُنَا وَلَا سُلُوكُنَا) (سورۃ الانعام رکوع ۱۰: ۱۳۰)

ترجمہ :- اب مشرک کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے۔

قوله تعالى: **وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَالَهُمْ**
يَبْذُلُهُمْ عَنْ عِلْمِهِ إِنَّهُمْ إِلَّا لَيُخْضَرُونَ
(سورة الزخرف رکوع ۱ ص ۲۵)

(ترجمہ) اور کہتے ہیں۔ اگر رحمان چاہتا تو ہم انہیں برباد کرتے
انہیں اس کی کچھ خبر نہیں۔ وہ محض اٹکل دوڑاتے ہیں۔

حَدِّ بَارِئِ نَعَا

(انمول ناظم علی خاں صاحب)

پہنچتا ہے ہر اک میکش کے آگے دورِ جام اُس کا
 کسی کو تشنہ لب کھتا نہیں ہے لطفِ عام اُس کا
 گواہی دے رہی ہے اسکی بختائی یہ ذات اسکی
 دوئی کے نقش سب جھوٹے سے سچا ایک نام اُس کا
 ہر اک پتہ چین کا داستان اس کی سناتا ہے
 ہر اک جھونکا ہوا کا آگے دیتا ہے پیام اُس کا
 نظام اپنا لئے پھرتا ہے کیا خورشید نور افشاں
 کروڑوں ایسی دنیاؤں کو شامل ہے نظام اُس کا
 سراپا معصیت میں ہوں سراپا مغفرت وہ ہے
 خطا کو شش و شش میری خطا پوشی ہے کام اُس کا
 مری افتادگی بھی میرے حق میں اسکی حجت تھی
 کہ گرتے گرتے بھی میں نے کیا دامن ہے ختم اُس کا
 ہوئی ختم اسکی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
 کہ پہنچایا ہے اُن سب تک محمدؐ نے کلام اُس کا
 بجھاتے ہی ہے پھونکوں سے کافراں کو رہ کر
 مگر نور اپنی ساعت پر رہا ہو کر تمام اُس کا

نہ جا سکے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب کج فتنہ اسکی

ڈر اسکی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المشائخ حافظ محمد صدیق صاحب

سید تلج محمد صاحب مروئی

مرتبہ چودھری عبدالرحمن صاحب

مخدومنا و مرشدنا حضرت خلیفہ ملام محمد صاحب بن پوریؒ
اور مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا سید تاج محمد صاحب
مروئیؒ کے مختصر حالات ہفت روزہ مخدوم الدین لاہور
کے صفحات پر ہر قدم قدم پر کرام ہو چکے ہیں۔ اب ہم ان
ہر دو اولیاء کرام رحمہما اللہ تعالیٰ پر علیہما کے پیرو مرشد
حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رح کے مختصر حالات بتا رہے
ہیں کہ جاسکتے ہیں۔

قومیت اور وطن مالوف

بھارتی شریف ضلع سکھر تھا۔ یہ قصبہ اسٹیشن خیرپور
ڈاکر کی قریب ہے۔ آپ سمیعاً قوم کے چشم و چراغ
تھے۔

سلسلہ طریقت

آپ حضرت شاہ حسنی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ سکھ سوئی شریف
کے مرید اور ان کے خلیفہ تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ
نقشبندیہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے۔ صاحب کرامت
اور اعلیٰ درجہ کے باخدا بندگ تھے۔ آپ کے ہر قطرہ
خون اور ہر رگ و ریشہ میں نور توحید کا رنگ نظر آتا تھا۔
اپنے مریدین کو صوم و صلوٰۃ کی پوری طرح پابندی کرنے کی
ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی غیر شرعی حرکت ملاحظہ
فرماتے تو اس کو سختی سے روکتے۔ آپ کا مزار مبارک
بھی قصبہ بھر چوڑی شریف میں ہے۔ انتقال سے پہلے
سب اعزاء و اقارب اور خدام کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر کوئی
شخص میری قبر پر ایک سرکٹ لٹا بھی گاڑے گا تو قیامت
کے دن اس کو نہیں بخشوں گا۔ لیکن انتقال کے فوراً ہی
آپ کے مزار پر تہ بنادیا گیا جس کا گنبد ریلوے اسٹیشن
خیرپور ڈاکر کی قریب نظر آتا ہے۔ زندگی میں فرمایا کرتے
تھے کہ یہ قصبہ صاحبزادوں کے بھیک مانگنے کے پیالے
جوتے ہیں۔

پابندی شریعت

ایک دفعہ ایک خادم کے
ہاں تشریف لے گئے۔ وہ
عالم تھے۔ جماعت ساتھ تھی۔ میزبان خادم نے حضرت
اور جماعت کے لئے ویگن چڑھا دیں۔ اور کھانا تیار
کروانے لگا۔ حضرت جہاں قیام فرما تھے۔ وہاں ایک
چھوٹا بچہ آیا۔ دریافت فرماتے پر معلوم ہوا کہ مولوی صاحب
کا صاحبزادہ ہے۔

اس کے ہاتھ میں ہانڈی کے لٹکی تھے۔ حضرت نے مولوی
صاحب سے فرمایا کہ جب مردوں کے لئے سونا چاندی حرام
ہے تو آپ نے اس بچہ کو چاندی کے لٹکی کیوں پہنا رکھے

ہیں مولوی صاحب نے عرض کی کہ حضرت اس کی نانی نے
پہنا دئے ہیں حضرت نے فوراً جماعت کو حکم دیا کہ چلو۔ یہاں اللہ
کا دین نہیں۔ نانی کا دین ہے۔ کھانے پکتنے کئے مولانا
صاحب نے بہت منت خوشامدی کی۔ مگر آپ نے ایک
نہ سستی۔

خیال فرمائیے کہ خدام کی اصلاح کے لیے کیا یہ ایک
واقعہ کافی نہیں۔ بشرطیکہ اللہ اس کے رسول پر ایمان
ہو۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو اس قسم کے
ہزاروں واقعات روز آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے
ہیں مگر عبرت نہیں ہوتی۔

حضرت کے لنگر میں ایک بڑھیا رہتی تھی جو جماعت
کی خدمت کیا کرتی تھی۔ یہ خیال رہے کہ مردوں کی طرح عورتیں
بھی اللہ والوں کے ہاں جمع ہو جاتی ہیں۔ تاکہ اللہ کا نام
سکھیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت سے اجازت لے کر
اپنے گاؤں گئی۔ واپسی پر کسی نے رنگ دار روپہ دیدیا۔
وہ اس نے اوڑھ رکھا تھا۔ جب لنگر میں پہنچی تو حضرت
نے اس کو دیکھ لیا۔ فرمایا کہ اس کو رنگ سے نکال دو۔
یہ معلوم یہ رسول اللہ کی امت کے کتنے انسانوں کا
ایمان خراب کر کے آئی ہے۔

بہنوں سے درخواست

ہم اپنی بہنوں سے درخواست کریں گے کہ وہ
اس واقعہ کو غور سے اور بار بار پڑھیں اور سوچیں
کہ کہیں وہ بھی تو اس جسم کی مجرم تو نہیں ہیں۔
خادمہ بوڑھی تھی مگر دوسرے شوخ رنگ کے
دوپٹہ پر نظر پڑنے والوں کے دلوں میں کتنے شیطانی
دوسرے اور خطرات پیدا ہوئے ہوں گے۔ ہماری
بہنیں جو ہار سنگار کر کے فیشن برقع اور اونچی ایڑی
کی گرگانی پہن کر نکلتی ہیں۔ کیا وہ اس جسم سے
اپنے آپ کو ہر الزمہ فرادے سکتی ہیں۔ یہ آج سے
۶۰-۷۰ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ جب نیکی کی طرف لوگوں
کا رجحان زیادہ اور برائی کی طرف کم تھا۔ اب جبکہ برائی
کا دور دورہ ہے۔ اس قسم کی حرکات سے ہماری بہنوں
کو بچنا چاہیے۔

ہم بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ اللہ
تعالیٰ ہماری بہنوں کو ایسا ایمان عطا فرمائے تاکہ وہ اس کث
سے بچ سکیں۔ جو ان کی عفت کو فطرسہ میں ڈالے۔

حضرت مروئیؒ اپنے پیرو مرشد کے دست حق پست
پر بیعت کرنے سے پہلے ہی ایک جوہر قابل تھے۔ اس سلسلہ
میں ان کے متعلق ایک واقعہ کئی دفعہ سننے میں آیا ہے۔ یہ
واقعہ دراصل پہلی قسط میں آنا چاہئے تھا۔ مگر سوت دینا یاد
نہ رہا۔ اس لئے اب پیش خدمت ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مروئیؒ پنجاب سے اپنے
گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ جس گاڑی میں تشریف لے
تھے۔ وہ جب خیرپور ڈاکر کی اسٹیشن سے گذری تو
ان کے مرشد حافظ محمد صدیق صاحبؒ اپنے قصبہ بھر چوڑی
شریف میں جب تک گاڑی نظر سے اوجھل نہیں ہوئی۔
اس کو دیکھتے رہے۔ کسی خادم کے دریافت کرنے پر فرمایا
کہ ایک جوہر قابل کو جو اس گاڑی سے جا رہا ہے دیکھ
رہا تھا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مروئیؒ شیخ کی خدمت
میں آکر بیعت ہوئے ہیں۔ اس واقعہ سے طالب اور
شیخ دونوں کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کمالات

حضرت کا معمول تھا کہ وضو مبارک
میں قرآن کے ۱۰-۱۲ پارے روزانہ
تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن تلاوت فرماتے
تھے مگر طبیعت چلتی نہ تھی۔ پیچھے مرکر دیکھا تو ایک
شخص بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ حضرت کا مزاج جلالی تھا
اس لئے اس سے فرمایا مٹ جاؤ گئے۔ وہ شخص اس
وقت تو چپکے سے اٹھ گیا۔ لیکن کچھ دیر بعد حضرت کو بلکیرف
لے جا کر کہنے لگا کہ آپ کو معلوم نہیں۔ میں کون ہوں۔
میں سی۔ آئی۔ ڈی کا ایک انصر ہوں۔ اگر میں چاہوں
تو آپ کو اور آپ کے لنگر کو ایک منٹ میں اڑا دوں۔
اس پر حضرت کو بے حد غصہ آیا۔ آپ نے اس کو
پکڑ لیا۔ اور فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو نہیں ایسی جگہ
بھینکیوں کہ انگریز کو تہادی ایک ہڈی بھی ہاتھ نہ آئے۔
وہ ڈر گیا۔ اور حضرت سے معافی مانگی۔ اس کے بعد
اس نے بتایا کہ حجاج بن یوسف سے بھی زیادہ میری
گروں پر مسلمانوں کے خون ہیں۔

میاں نور عالم خاں صاحب ایک جہانزیہ زنگ
تھے۔ وہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کے کہنے پر حضرت
کی زیارت کے لئے امرتسر شریف گئے حضرت
کے متعلق ان کی رائے تھی کہ حضرت ایک دفعہ سر سے
پاؤں تک نظر کرتے اور ان پر سب حالات حیاں
جو جانتے :-

جدید حیات اور تجارت

ایک رات کے اندر صبر راہ میں رہتے ہیں۔ نیکو کی رقم ہر سال علیحدہ نکلتی رہتی ہیں۔ عبادہ کرام کے بعد تابعین اور تابعین کی تجارتی دستوں اور دستوں کا بھی حال تھا۔ خود حضرت امام ابو حنیفہ کا کاروبار دودھ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک دفعہ آپ کے ملازم نے کجواب کا ایک نشان ساٹھ سزا اور سہم کو فروخت کیا۔

خود حضور نبی کریم اور آپ کا خاندان تجارت پیشہ تھا۔ آپ پہلے کر شل ایجنسی کا کام کرتے تھے۔ جیہاں الامین حضرت خدیجہ سے عقد ہو گیا۔ تو پھر مالکانہ تجارت شروع کر دی۔ حضرت ام المومنین فاطمہ علیہا السلام بھی حضور خاتم النبیین تک تجارتی سفر کرتے رہتے تھے اور بے شمار روپیہ پیدا کرتے تھے۔ جب تاج مقدس نبوت فریق اقدس پر حکم گانے لگا تو آپ نے تجارت بند کر دی۔ آپ کی تبلیغ نے عربوں کی قوم کو تجارتی قوم کی صورت میں متعلق کر دیا تھا اور عہد اموی عباسی میں پوری دنیا کی تجارت کے مالک عرب ہی تھے۔

جاپان اور جاوا سے لیکر ناروے اور سویڈن تک ان کے مال سے لڑے ہوئے جہاز پہنچتے تھے۔ دنیا کے ہر حصے میں ان کی تجارتی کونٹیاں قائم تھیں مسلمان اور تجارت دو مترادف الفاظ بن گئے تھے۔ ایک دفعہ بغداد میں کسی شخص کے منقول گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحب نے دوران گفتگو میں اس کا نام سن کر حیرت سے کہا۔ او مسلمانوں کے متعلق وہ مسلمان سب سے اور تجارت نہیں کرتا۔

یہ واقعات سن کر آپ کے دل میں خواہ مخواہ یہ سوال پیدا ہو گیا کہ جب مسلمانوں کی تجارت اور دشمنوں تجارت کا یہ عالم تھا۔ اور مسلمان اور تجارت دو مترادف الفاظ بن کر رہ گئے تھے تو وہ سببیت قوم تجارت سے بیگانہ بن کر کیوں رہ گئے۔ حالانکہ سہو و پھوس اور بادسی حوان سے بھی قدیم قدیم ہیں وہ اب تک تجارت کو لئے بیٹھی ہیں۔

یہ داستان نہایت ہی اندوہناک ہے۔ اس کے سننے سے نہ سنا ہی بہتر تھا۔ اذنین اسلام عرب تھے چونکہ عہد رسالت و عہد خلفائے راشدین سے یہ قوم تجارتی قوم بن گئی تھی۔ اس لئے ان کی نہیں بھی برابر تجارت ہی کرتی اور تجارتی روایات و تعلیمات اپنے آباء و اجداد سے حاصل کرتی چلی آئیں۔ وہ دنیا میں رہ جاتے تو واقعی آج مسلمان ایک تجارتی قوم ہی ہوتے۔ لیکن بنو عباس کے ہاتھوں عرب سے باہر ان کا بری طرح خاتمہ کیا گیا۔ چھ لاکھ عربی بولنے والے تو تھا ایک خراسان ہی میں قتل کئے گئے۔ بنو عباس نے محض اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ ہر شیعہ حیات میں عربوں کو دبانا اور مجبور کر کے بعد ترکوں کو ہٹانا شروع کر دیا۔ اس غلبے سے عربوں کی حالت بہت پست ہو گئی۔ ان کے جو صد بیت حقے شروع ہو گئے۔ تاہم سبیل جگول اور بغداد کے زوال

میں حضور نبی کریم اس چیز کو سمجھتے تھے۔ خدائے قدوس نے انہیں بہت کچھ بتا دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے لئے بہترین پیشہ تجارت ہی قرار دیا اور اسی کی ترقیب دی اور اس انداز میں دی جس سے بہتر انداز اختیار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ انسان نفع کی طرف دوڑتا ہے۔

آپ نے اور پیشوں کے مقابلے میں تنہا تجارت کے اندر ۹ فیصدی رزق و نفع بتا کر اس کی اہمیت و وسوسہ مندی واضح کر دی۔ چنانچہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد تجارت میں مصروف ہو گئی۔ انداس مقدس جماعت میں اتنے بڑے تاجر پیدا ہوئے جو اس عہد میں اپنا نانی نہ رکھتے تھے حضرت صدیق اکبرؓ پہلے ہی سے ایک دولت مند تاجر تھے مگر اپنی تمام دولت اسلامی خدمات پر صرف کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں پھر تجارت شروع کر دی۔ اور بڑھتے بڑھتے تاجر بن گئے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی چھوٹے پیمانہ پر کام شروع کر کے اتنی ترقی پائی کہ ایران تک اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ منورہ میں اپنی تجارت سے لاکھوں پیو پیدا کیا اور چوٹی کے تاجر سمجھے جانے لگے۔ حرم نبوی میں ان کے اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے برابر کوئی تاجر نہ تھا۔ بلاشبہ انہوں نے کروڑوں روپیہ پیدا کئے اور اللہ کی راہ میں دیئے۔ اور دونوں نے بہت چھوٹے پیمانے پر تجارتیں شروع کر کے ملک التجار کا درجہ حاصل کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی دولت مندی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے ارغنی کا ایک مختصر سا ٹکڑا چالیس ہزار اشرفیوں کو خرید لیا تھا۔ اور مؤخر الذکر کی دولت مندی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ سے یہ چالیس ہزار اشرفیاں لے کر کھڑے کھڑے دس راہ خدا میں تقسیم کر دیں۔ ان کے انتقال کے بعد دیگر اشیاء کے علاوہ ان کے ترکہ سے چار سو روپے ہر ایک کے حصہ میں جو بیسواں بتیسواں حصہ تھا۔ ایک ایک لاکھ اشرفیاں آئیں۔ سونے کی موٹی موٹی سلاخیں علیحدہ حصے جو کھابڑوں سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں۔ حضرت زبیرؓ کی بھر بلا مال لاکھوں روپیہ حفاظت اسلام اور امداد مستحقین میں تقسیم کرتے رہے۔ اس کے باوجود ترکہ میں ساڑھے تین کروڑ روپیہ کی جائداد چھوٹی۔ حضرت طلحہؓ نے تین کروڑ روپیہ کی جائداد کے علاوہ دو لاکھ دینار اور پانچ لاکھ درہم مرے کے بعد چھوڑے۔ اس کے باوجود قیامی و سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ اپنی ایک زمین سات لاکھ درہم میں فروخت کرتے ہیں اور

حضور نبی کریم کا ارشاد ہے کہ تجارت کرو کہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رکھے گئے ہیں اس ارشاد میں ہم بھی سے ترغیب بھی ہے۔ دنیا میں اور مذاہب بھی ہیں اور ان کے پیروکاروں کے اقوال و نصائح بھی موجود ہیں۔ لیکن دنیوی رہبری اور فائز الہی کے متعلق اس نوعیت کا ان کا کوئی قول بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ تاریخ کے اور اقوام پر جن اقوام دہل کے بھی ہو گئے موجود ہیں۔ ان کی ترقی و عروج کا زمانہ زیادہ تر تجارتی سرگرمیوں کا رہا ہے۔ منتظر نظر آئے گا اور صفات محسوس ہوگا کہ جنہوں نے تجارت سے ہر شے کی اعتبار کی زمانہ ان کا ساتھ نہ دے سکا۔ اور وہ بہت جلد فہ گئے اور کار بیکار رہ گئے۔ انگریز تجارت ہی کرنے ہندوستان آئے اور اس کے فرمانروا بن گئے۔

آج کل تجارت فرمانروائی کا ایک جزو لاینفک بن کر رہ گئی ہے۔ جو قوم تجارت میں پس ماندہ ہے اس کا اقتدار سیاسی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ترک کی ایک ملت تک یورپ کا مرکز بن گیا کہ اسے تجارت کا بازار میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ لیکن جب اس نے تجارت میں پورا فروغ حاصل کر لیا۔ تو اگرچہ اس کا رقبہ عشر عشر نہ رہا تھا مگر تمام دنیا کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ فرطین نے تجارت ہی کی بدولت وہ اقتدار پیدا کر لیا کہ سلطنت روم جیسی تہا سلطنت سے بڑھ کر گئے۔ یہودیوں کو دیکھئے کہ ایک زمانہ میں ان کی سلطنت دنیا کے بڑے حصے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد تین ہزار برس کا زمانہ مقفی ہو چکا ہے۔

ان پر بڑے بڑے طوفان خیر حملے ہوئے بڑی بڑی تباہیاں آئیں۔ (یخسار الدین و الاخرہ) جس ملک میں رہے تھے رہے نکالے گئے قتل ہوئے۔ اب جسمہ منی و اسٹریا سے بڑی طرح خارج کئے گئے۔ مگر چونکہ ان کے ہاتھیں تجارت ہی۔ کاروباری قوم تھی اس لئے کسی زمانہ میں بھی ان کو محتاجی کا سامنا نہ ہوا۔ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں خوشحال رہے بلکہ دولت مند سمجھے جاتے رہے اور آج بھی وہ دنیا کی مہتمول قوم خیال کئے جاتے ہیں۔

ہندوؤں کی سلطنت گئے بھی عبدیاں گزریں مگر اپنی تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے عہد میں بھی دولت مند رہے۔

پارسیوں پر بھی یہی دور گذر چکا ہے۔ ان کی تعداد بھی پھوڑی ہے۔ لیکن تجارت کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے ان پرانے دن کی بھر کر رہے ہیں اور ہر قسم کے عیش نہیں حاصل

حضور نبی کریم نے تو اسے مسلمانوں پر فرض قرار دیا اور فرمایا کہ اللہ نے تو خود کہا ہے - **وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ** و **حَدَّ مَرْكَبًا** - تمہارے بیع و مشتری حلال ہے اور سود حرام ہے - یہ بھی فرمایا کہ دلیر تاجر کہتا ہے اور بزدل تاجر کہتا ہے - اگر تجارت یہاں نہ چلے تو عمان چلے جاؤ - پھر خود اسے اختیار کر کے اور صحابہ کرام کو اس پر تیار کر کے اسے اپنی سنت بتا دیا اور اسے اتنا بڑا ثواب بتایا جیسا کہ ارشاد ہے کہ امانتدار اور دیندار تاجر قیامت کے روز جب اٹھے گا تو اس کا چہرہ ماہ شب چہارہم

پھر بھی جو فرق تجارت ہی میں منہمک ہے وہ آج بھی کاروبار کر رہے ہیں اور بہت خوش حال ہیں۔ مثلاً

چوتھی چیز ہے عاقبت انا دیکھتی جس نے مسلمانوں
(باقی صفحہ ۱۵ پر)

پیک انسانیت

(۵)

انسان خود پرست بھی ہے خود فراموش بھی

(از جناب سید اعلیٰ الحسن صاحب ندوی)

انسان اور جانور کا فرق | جانوروں اور انسانوں میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ جانوروں میں اپنی حالت سے بے اطمینانی اور اپنی زندگی کی ترقی کی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی۔ لیکن انسان اس کا احساس رکھتا ہے۔ ہم اور آپ اپنی زندگی سے غیر مطمئن ہیں۔ اس لیے اطمینانی کو عام طور سے برکت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ بے اطمینانی جو انسان کا جو ہر ہے ختم ہو جائے۔ تو پھر زندگی کی ترقی اور دلچسپی ختم ہو جائے۔ ہر شخص زندگی کی شکایت کرتا ہے۔ اور اکثر شکایت اس لیے اطمینانی پر ہوتی ہے۔ مگر اس کو دور کرنے کی فکر اور اس کے اسباب پر غور کرنے کی تکلیف بہت کم لوگ گوارا کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک ذمہ داری کی چیز ہے۔ اور انسان ذمہ داری سے گھبراتا ہے۔

اگر کسی مشین یا ایک گھڑی میں ترقیاتی ہو جائے۔ تو اس کو گرانے اور چکنے سے وہ درست نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کو آسانی اور سہولت سے درست کرنے ہی سے کام چلتا ہے۔ اسی طرح خود کرتا ہے۔ کہ اس وقت انسانیت کی بھول تو اپنی جگہ سے ہٹتی ہوئی نہیں ہے۔ اور یہ سارا جگاڑا اور بے اطمینانی انسانیت کی طبیعت کا نتیجہ نہیں ہے جس کے ذمہ دار ہم اور آپ ہیں۔

انسان کے لئے سب سے محبوب اپنی ذات ہے | اپنی ذات سے محبت ہے اور جس سے جتنی دیکھی ہے وہ اپنی ذات کے تعلق کی

بنیاد ہے۔ ہر محبت میں انسان کی اپنی ذات چھپی ہوتی ہے۔ اور اس کو دیکھنے کے لئے ایک خود رہیں کی ضرورت ہے۔ محبت کے فلسفہ پر غور فرمائیے، اگر کسی شخص کو آپ سے محبت ہے۔ تو یقیناً آپ کو بھی اس سے محبت ہوگی۔ اور لاوا بھائیوں اور دوستوں کی محبت میں درحقیقت انسان کی اپنی محبت کام کرتی ہے۔ انسانی محبت کے لئے سایہ کا جیکل خود رہیں کی ضرورت ہے۔ اگر انسان کو اپنی ذات سے محبت نہ ہو۔ تو یہ سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ اب نویتیں کیا جا رہی ہیں کہ قوت کشش کا فلسفہ بھی دراصل ایک تعلق اور محبت کا رشتہ ہے۔ جو نظام شمسی کو قائم رکھتا ہے۔ اس دنیا میں جو رونق اور رنگینی اور جلی میل معلوم ہوتی ہے۔ وہ سب انسان کی اپنی ذات سے دیکھی ہے۔ کھنے کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان کو اپنی ذات سے محبت نہ ہو۔ تو بازدار خانے اور ابداری سرگرمیاں سرد پڑ جائیں۔ کیونکہ ذاتی دیکھی تو کسی چیز سے نہیں بلکہ انسان کو اپنی ذات کا عشق، دوسری چیزوں سے تعلق

اور محبت پر مجبور کرتا ہے۔ یہ لاکھوں برس کی پیرانی اور فطری حقیقت ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ طاقت زینت اور نظام آپ دیکھتے ہیں۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ انسان اپنی ذات سے دیکھی رکھتا ہے۔ انسان اس دنیا کا مرکز ہے۔ اور ساری چیزیں اس کے گرد گھوم رہی ہیں۔ اگر انسان اپنی ذات سے دیکھی نہ رکھے۔ اور اس کو فراموش کر دے، اپنی حقیقت سے ناواقف ہو۔ اور اپنی ذات کو بھول جائے۔ تو بڑی امارت کی پھیل جائے۔ اور بڑی ابتوری اور بد نظمی رونما ہو۔

ایک ذہنی طاغون | انسان کے لئے سب سے موزوں چیز یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت سمجھے

اپنی حیثیت پہچانے اور یہ جانے کہ یہ ساری دنیا میرے لئے بنائی گئی ہے۔ اور انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصد ہے۔ ذریعہ کو ذریعہ اور مقصد کو مقصد سمجھنا چاہیے۔ انسانی تازہ نگار یہ ایک بھرائی خود اور ذہنی پلنگ ہے۔ کہ وہ اپنی ذات کو فراموش کر دے۔ اپنے مقصود اور وسائل و ذرائع کو الگ الگ نہ پہچانے اور ذرائع کو مقصود سمجھے، انسان پر خود فراموشی کا طاری ہونا ایک خطرناک بیماری ہے۔ جب کہ وہ بھلا دے۔ کہ وہ کس مقام پر رکھا گیا تھا۔ اور اس کی کیا حیثیت اور ذمہ داری ہے، اسے کون سا پارٹ ادا کرنا ہے۔ اور اس کا اس عالم سے کیا تعلق ہے۔

اس زمانہ میں ایک خاص قسم کا ذہنی پلنگ پھیل رہا ہے۔ جو مشرق سے مغرب تک ہے۔ بظاہر تو انسان اپنی ذات سے جس قدر دیکھی اس زمانہ میں رکھتا ہے۔ اس کے لئے جو محنتیں اور گوششیں کر رہا ہے۔ اور جو ایجابات، اختراعات اور مصنوعات سامنے آ رہی ہیں۔ وہ یہ دھوکہ دیتی ہیں۔ کہ انسان کو اپنی ذات سے جس قدر دیکھی اس زمانہ میں ہے۔ ایسی دیکھی کسی زمانہ میں نہیں رہی، انسان کچھ دور میں گریا سو یا ہوا تھا۔ اب جاگ رہا ہے۔ زندگی کو جیسا پر تکلف اور راحت آشنا بنا دیا گیا ہے وہ یہ دعویٰ کرتی ہے۔ کہ انسان کو اپنی ذات سے اس وقت ہمیشہ سے زیادہ دیکھی ہے۔ انسان اپنی ذات کے لئے جو ذماتیں ادا کر رہا ہے۔ اور جو قوتیں استعمال کر رہا ہے۔ ایسا تازہ بخ میں کبھی نہیں ہوا۔ اور اب بظاہر انسان کو اپنی ذات سے بے انتہا شغف ہے۔ لباس نئے نئے کھانے عجیب و غریب اور راحت و سہولت کے کتنے ذرائع مل گئے ہیں۔

اس زمانہ کی خود فراموشی

اس پر غور کریں کہ انسان نے اپنی ذات، اپنی آدمیت، اپنے جوہر، اپنے اصل ذات اور اپنی حقیقی لذت کو جس قدر اس زمانہ میں بھلا دیا ہے ایسا کبھی نہیں بھلایا تھا۔ انسان اس وقت سب سے کم اپنی ذات اور اپنے مسائل پر غور کرتا ہے۔ اور ہر چیز اس کے لئے پیدا کی گئی نہیں۔ ان پر اپنی زندگی کو قربان کر رہا ہے۔ ظاہری چیزیں بھولے تھے۔ اور پیرہنی لذتیں اس پر ایسی حادی ہو چکی ہیں۔ کہ وہ اپنے باطن اور اپنی حقیقت کو بالکل فراموش کر چکا ہے۔

یہ دور دراصل دو متضاد پہلو رکھتا ہے۔ ایک ظاہر اور دوسرا باطن، اگر یہ کہہ کر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو کہ اس مادی ترقی کے دور میں انسان نے اپنے روحانی جوہر اور حقیقی مقصد اور زندگی کی اصل لذت کو بالکل بھلا دیا ہے۔ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور ہر طرف یہ کہ اپنے فرض کو نہیں پہچانتا، اپنی بیماری کو سمجھتی ہے نہیں۔ اس کے ذرائع مقصد مدد ہیں گئے۔ ہیں۔ انسان ان چیزوں پر غور نہیں کر رہا ہے۔ جو اسی کے لئے ہیں۔ درحقیقت، یہ انسان اپنی ذات سے واقف ہے۔ اپنی زندگی کا جائزہ لیجئے۔ کیا انسان اپنی حقیقی راستوں کو یاد کرتا ہے۔ یہ کہ نہیں بلکہ انسان پر ایک جنون طاری ہے۔ اور وہ ایک کھیل کھیل رہا ہے۔ صبح سے شام تک ایک جگہ میں رہتا ہے۔ سارا دن سے زیادہ محنت کرتا ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو روپیہ ڈھالنے کی مشین سمجھ لیا ہے۔

لا حاصل کوشش

میرے بچپن میں بچے ایک کھیل کھیلتے تھے۔ کہ بڑھیا بڑھیا کا ڈانڈا رہی ہے۔ جواب ملتا تھا نہ توئی۔ سوئی کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا تھا۔ نہیں سہیوں گی۔ نہیں کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا۔ روپیہ رکھوں گی۔ روپیہ کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا گائے خریدوں گی۔ گائے کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا دو دو بھینوں گی۔ اور میرے جواب ملتا دو دو کے بدلے موت۔ آج ساری دنیا یہی کھیل کھیل رہی ہے۔ ہماری دنیا اپنی محنتوں کے صلہ میں جو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بجائے بے مقصد اور غیر حقیقی چیزوں میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ انسان تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اور تعلیم اس لئے کہ روپیہ کھائے اور روپیہ اس لئے کہ آرام پاسے۔ یہ ایک مسلسل گھبرائے۔ جس میں سارے انسان جکڑے ہوئے ہیں۔ انسان جس کے لئے سب کچھ کرنا ہے۔ اس کو بھول جاتا ہے۔ آج حقیقی معاشرہ زندگی بالکل فراموش کئے جا چکے ہیں۔ زندگی کا سفر اگر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو کہ انسانیت جس کے لئے جلی جلی۔ وہ اس کا راستہ نہیں۔ (دہلی آمٹھ)

خطبہ جمعہ

حضرت صاحب کی غیر حاضری کے باوجود خطبہ جمعہ پر سچے قارئین کرام کو تعجب ہوگا اس لئے ہم ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتے ہیں کہ بائبر شریف لیجئے سے قبل ۴۴ ذی قعدہ کا خطبہ لکھ کر دے گئے اور الرمز میر کا پندرہ ٹراک بھیج دیا ہے۔ (طبر)

سفر نامہ یورپ

(۱۸)

لندن

د از خان عبدالحی خاں آف فیض آباد لاہور

۸ جولائی ۱۹۵۵ء بمبئی سے جمع سویرے ہوائی جہاز میں لندن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بحیرہ شمالی سے گزرنے کے بعد قطرے ہی عربہ میں انگلستان کا مشرقی ساحل آگیا۔ اور ہوائی جہاز لندن کی لیڈر گاہ میں اترا۔ سفر چھ گھنٹوں کا تھا۔ اور اس میں میں کوئی ٹھکانا نہ تھا نہ ہوائی آڈے سے سیدھے اسی ہوٹل میں گئے۔ یہاں اپنے کمرہ بریزرو کرانے کا بندھن تھا لیکن وہاں پہنچ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔ اور نہ ہی اس وقت ہمارے پاس کوئی کمرہ خالی ہے۔

سامان موٹر میں ہی بٹھا تھا۔ سوار ہو کر ایک ہوٹل سے دوسرے ہوٹل میں جانے اور وہاں نفی میں جواب لے کر تیسرے ہوٹل کا رخ کرتے جب کوئی ٹھکانہ نہ مل سکا تو بدیشانی کی حالت میں ہوٹلوں کی ایسوسی ایشن کے دفتر میں گئے۔ اور ان سے استمداد چاہی۔ لیکن وہ کہنے لگے کہ آپ بہت ہی سادہ قسم کے لوگ ہیں۔ یہاں تو کمرہ لینے کے لئے کئی کئی مہینے پہلے اطلاع دینا ضروری ہوتا ہے۔

ہمارے اصرار پر انہوں نے کئی ہوٹلوں کو ٹیلیفون کرنے کے بعد ایک ہوٹل کا پتہ دیا کہ ہم اس میں جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق ہم کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ مجبوراً وہیں جانا پڑا۔ یہ بہت ہی گھٹیا قسم کا ہوٹل تھا۔ اس پر مڑو یہ کہتے تھے کہ یہ سرف قیام کا پانڈر زمانہ کرایہ لیتے تھے۔ تو ہمیں بر جان درویش تھے ماندے تو تھے ہی۔ اسی کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسباب رکھوایا اور آرام کئے لیٹ گئے۔

اس موقع پر ایک پڑانا قصہ یاد آگیا جو فیلڈ مارشل رولڈ سے سنا تھا کہ ایک دفعہ کشمیر کے سفر میں ایک پٹھان بھی ان کے ہمراہ جا رہا تھا۔ راستے میں کوئی ساری نہ ملی۔ سفر لبا تھا۔ تھک کر چور ہو رہے تھے۔ پٹھان نے کہا کہ اس وقت یہاں گھوڑا اور گھوٹا تو کچا توڑے لٹا بھی بیٹھ جلتے تو میں سوار ہو جاؤں ہمارا حال بھی جگہ کی تلاش کے لئے بہت اس پٹھان جیسا تھا۔

اگلے دن ٹیلیفون پر عمری عبدالغفور صاحب بٹ کو جو لندن میں ایک کمپنیشن آف ایس۔ ایچ۔ اے۔ ٹیلف کا حال بیان کیا۔ تو انہوں نے فوراً ہی اپنے ایک افسر کو ہمارے پاس بھیج کر ایک ہسٹری ہوٹل میں رجسٹریشن کا انتظام کروایا۔ جہاں ہم اپنا سامان لے گئے اور خدا کا شکر یہ ادا کیا۔ شام کو یہ خود بھی اپنی بیگم صاحبہ کے ہمراہ ملنے کے لئے تشریف لائے اور اپنے ہاں بہترین پاکستانی کھانا کھلایا۔ کئی ہفتوں سے انگریزی کھانا کھا کر طبیعت بے مزہ ہو رہی تھی۔ اس دھوک کا پورا پورا لطف اٹھایا گیا۔ اس کے بعد بھی ان کی بیگم صاحبہ میری اہلیہ کے ساتھ کئی روز تک انہیں لندن کے ٹیٹے سٹور میں لے جاتی رہیں اور ہماری ہر طرح کی غلطیوں میں کوئی دقیقہ خود گزاشت نہ کیا۔

لندن برطانیہ کا دار الحکومت اور دنیا کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس میں انگلینڈ کا جمہوری مرکز ہونے کے باعث برطانیہ کا سب سے بڑا شہر بن گیا۔ سترہویں صدی میں جب یہاں بینک کھولا گیا تو یہ دنیا کی مالیات کا مرکز بن گیا۔ سترہویں صدی میں اس کی آبادی نو لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ لیکن ایک صدی کے بعد یعنی ۱۹۵۱ء میں یہ بڑھ کر ۶۵ لاکھ ہو گئی۔ موجودہ لندن کی آبادی ۸۰ لاکھ سے زیادہ ہے۔ ۶۹۴ مربع میل کے قریب میں پھیلا ہوا ہے۔ روزانہ ۱۱ ہزار سیکنگ چلتی ہیں۔ جن میں ایک کدوڑے اور مسافر سفر کرتے ہیں اس کے علاوہ زمین دوز بیل ہے۔ جہاں سے ۲۵۰ کھجیاں روزانہ مسافروں کو لاتی اور لے جاتی ہیں۔

میں نے عزیزم عبدالحی کو ٹیکسی منگوا کر اپنے ایک دوست مسٹر حسین کی تلاش میں روانہ کیا۔ جن کے بھائی محمد یحییٰ صاحب ایم اے گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہیں۔ یہ یہاں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ نئے اور اس قدر وسیع شہر میں یہ تلاش گوشمالی تھی۔ تاہم عزیزم عبدالحی مسٹر حسین کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انہیں اپنے ساتھ لے آئے۔ پاکستان کے نئے والے اور خاص کر لاہور کے ایک دوست سے مل کر خوشی ہوئی اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں

جو دور دراز کے سفر پر ابھی ملک میں گئے ہوں۔ یہ پچاس سالہ ہماری روایتی لندن ٹیم پر۔۔۔ ہمارے صبح سویرے کھاتے اور سونے کے وقت اپنے گھر جلتے جاتے جو ہمارے ہوٹل سے دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور کامیاب فرمائے۔

اگلے دن صبح سویرے ہی حسین صاحب تشریف لے آئے۔ لندن میں لوگ آدھی رات اور اس کے بعد تک تھوہ خانوں۔ ہوٹلوں۔ کلبوں اور دوسری تفریح گاہوں میں جمع رہتے ہیں۔ جن کی جگہ گاتی ہوئی روشنیاں رات کو دن بنا دیتی ہیں۔ ملال بھی مجھے دالے یہاں بہت کم لوگ ہیں۔ ہوٹلوں میں دودھ لے جانے والے۔ گوشت ڈبل روٹی اور سنبھل میں اشیاء دینے یا کارخانوں کے مزدور صبح سویرے جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ دس بجے کے بعد ہی کاروبار شروع کرتے ہیں۔ یہی صورت آج کل کراچی میں بھی ہو رہی ہے۔ ٹیکسی لے کر ہم مختلف سڑکوں پر گئے۔ پچھلے ٹریفک سگنل میں پہنچے۔ یہ ٹریفک کی فتح کے یادگار میں قائم ہوا۔ اور اس میں ٹریفک سگنل کے منہج امیر انجینئرس کا بہت ایک ۵۰ فٹ اونچے ستون پر استوار ہے۔

قربیب ہی عمارت بحریہ کا امارت بحریہ صدر دفتر اور ایڈمیرلٹی آفج یہ محراب ہے۔ ایڈمیرلٹی آفج نہایت ہی عجیب عمارت ہے جو تین محرابوں پر کھڑی ہے۔ وہی میں نے قلعہ کے بالمقابل ہی ایک دروازہ ہے جو صرف ایک محراب پر کھڑا ہے اور اس کی دیداروں پر ان منہ والوں کے نام لکھے ہیں جو پہلی جنگ عظیم میں کام آئے تھے۔ تمام شاہی جلوس ان محرابوں کے نیچے سے گزرتے ہیں کیونکہ ان کے دریاں سے جو سڑک گزرتی ہے۔ یہ لندن کی سب سے بڑی قراخ شاہراہ ہے۔ اس کے ایک طرف کننگھم پلیس ہے اور دوسری طرف ویسٹ منسٹر ہالی۔ ان محرابوں کے اوپر کی عمارت میں بحریہ کی لاہور رہی ہے۔

بنک آف انگریز قریب نیڈل سٹریٹ میں واقع ہے۔ جسے سر ہربرٹ بیکر نے ۱۹۲۵ء میں بنایا انگلستان کے قومی قریضے ٹوٹ چھاپنے اور یکپارچہ دیگر کے اظہارات اسی بنک کے پر وہیں۔ پاکستان اور دولت مشترکہ کے ممالک کے علاوہ اور بہت سے ممالک جو مشترک ایڈیا میں ہیں۔ ان کا بین بین اسی بنک کی معرفت ہوتا ہے جو ایشیا پاکستان میں قائم ہوتی ہیں۔ ان کی قیمت ہم یہاں کے بنکوں میں ادا کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے ممالک کو ان کی ادائیگی اسی بنک کے ذریعے ہوتی ہے۔ اسی طرح جو برآمد ہوتی ہیں۔ ان کا حساب بھی یہیں ہوتا ہے۔

محمولی تفصیل کی بھی فروگزاشت نہیں کی۔ کہیں شاہی دیبا
ہے تو کہیں جلاوٹی باغی کا سر اڑا ہے۔ کہیں ملزموں
کو کڑی سے کڑی سزا دی جا رہی ہے۔ کہیں شاہی کا
رسوم ادا ہو رہی ہیں۔ یہ مناظر دیکھ انہیں دلچسپ تھے کہ
کہ پہرول ہو کھینے کو دل چاہتا تھا۔

مومی تصویروں کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ لوگ
کتنے دانا ہیں اور عوام کو تعلیم دینے کا کیا اچھا طریقہ
انہوں نے رائج کر رکھا ہے۔ بچے آتے ہیں تصویریں
دیکھ کر ان کو ملک کی تاریخ خود بخود یاد ہو جاتی ہے۔
جب وہ تاریخ میں ان واقعات کو پڑھتے ہوئے
جن کی مومی تصاویر وہ دیکھ چکے ہیں تو وہ واقعات
زندہ اور تازہ دہن کی آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں
جس میں ایک خاص گروپ میں حضرت قائد اعظم مرحوم
سری جناح اور سر سرباز لال ہندو کے قومی بت بھی نظر
آتے۔ جو اپنے اپنے قومی لباس میں ہوسکتے تھے۔
قومی نمائش گاہ میں ایک خاص حلقہ مشہور جرائم ہمیشہ
اشخاص کا ہے۔ جس میں انگلستان یورپ اور امریکہ
کے بڑے بڑے نامی ڈاکو۔ چور۔ مونی اور بدعاشوں
کے مومی بت بنا کر رکھے ہوئے ہوتے۔ اس ٹولے میں
ہم نے ہٹلر۔ جرمن ڈکٹیٹر کابست بھی دیکھا۔ جس کے
نام سے دنیا کانپتی تھی اور جس کو جرمن غیور (بابا)
انگے نام سے پکارتے تھے۔ یہ بت اس جگہ دیکھ کر انگریزوں
کی ذہنیت پر بڑا افسوس ہوا کہ ایسے جانی باز قومی لیڈر
کو ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل کر رکھا ہے۔ لیکن ظہور
کھنڈیشن والا معاملہ ہے۔

لندن کا چھریا گھر

لندن کا چھریا گھر دنیا میں غالباً سب سے بڑا ہے
یہاں ہر ملک کے گوشے گوشے سے وحوش۔ طیو اور
حشرات الارض جمع کر رکھے ہیں۔

یہاں کے عجائب وغریب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی
عظمت کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جس نے انسان
کو اشرف المخلوقات بنایا اور کائنات کی ہر شے جو اس
جمادات اور نباتات اس کے قبضہ میں ہے وہ اس کے
ان کے استغناء حاصل کیے۔ خوفناک باطنی۔ شیر۔ گندے
دربائی گھر سے آہنی پنجروں میں بند ہیں۔ لیکن اس
پنجرے یا گھر میں ایسا ماحول بنا رکھا ہے۔ جیسے وہ اپنی
مناشی گاہ میں مقیم ہیں۔

ہیمرن کے جنگلات کے طیور۔ افریقہ کے پیر سے
انڈونیشیا کے طوطے اور آسٹریلیا کے کنگرو وغیرہ
موجود ہیں۔ ہر قسم کے سانپ۔ سمندر کی چھیلیاں اور
ایسے حشرات جن کی بابت نہ بڑھانہ سنا یہاں نظر آتے
جگہ جگہ بیٹھنے کے لئے سیٹیں لگی ہیں۔ انگریز
عورتیں اور بچے سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں
یہاں آتے ہیں اور چھریا گھر کے سیر سے لطف اندوز
ہوتے ہیں۔ ایسی جگہ کی سیر کو کے معلومات میں جرفوری ضافہ
ہو جاتا ہے وہ محض کتابیں پڑھنے سے کبھی نہیں ہو سکتا۔

آکسفورڈ اور کمبریج یونیورسٹیاں

یہ تاریخی یونیورسٹیاں تعلیم کا کام صدیوں سے کر رہی
ہیں۔ اگرچہ وقت کم تھا۔ لیکن لندن کی آکری خیال ہے کہ ان
دونوں جگہوں کی سیر بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ٹیلیسی سے کر
اگلے دن ہشتہ کے بغیر روانہ ہو گئے۔ کیونکہ انگلستان میں
ہر ملک پر دور یا نزدیک ریسٹوران ہوتے ہیں۔ جہاں
مسافروں کو جب چاہیں ناشتہ کھانا چائے وغیرہ بہت
جلد مل جاتی ہے۔

لندن کا ٹریفک

صبح کا وقت تھا۔ اچھی ٹریفک
کا زور نہ ہوا تھا۔ اس لئے
ہماری کار آسانی سے آرٹھی جا رہی تھی۔ لندن میں ٹریفک
کا یہ عالم ہے کہ سینکڑوں موٹریں۔ بسیں قطار در قطار
جا رہی ہیں اور ٹریفک کا کنٹرول اتنا اچھا ہے کہ جہاں
روکنے کا اشارہ ہوا یہ تمام بسیں فوراً کھڑی ہو جاتی ہیں
اور جب چلنے کا سگنل ملے پھر اپنا سفر جاری کر دیتی ہیں
بڑی بڑی سڑکوں سے آ رہا ہونا ناممکن ہوتا ہے کیونکہ
پیدل چلنے والے لوگوں کے لئے بسوں اور موٹروں کو
رہ کھینے کا کوئی انتظام نہیں۔ سپاہی کی عزت بھی یہاں
نظر آتی ہے۔ اس کا ایک اشارہ ہوا اور تمام موٹریں
اس طرح رک گئیں جیسے انہیں نہیں ٹھہرنا تھا۔ خود ان
موٹروں میں وزیر ہوں یا سیاستدان۔ پولیس کے افسران
ہوں یا سرکاری عہدہ دار۔ ہمارے ہاں کی طرح نہیں
کہ اگر وزیر کی سوار کی گزرتی ہے تو پہرول پہنے ہی ٹریفک
بند کر دیا جاتا ہے اور ان کے گزر جانے کے بعد عوام کو
گزرنے کی اجازت ملتی ہے۔

دنیا کے مشہور سیاستدان مسٹر چرچل کو بھی ایک
موٹر میں بیٹھنے اور سیدھا کر کے دھوئیں اڑاتے دیکھا اور اسی
طرح کئی موجودہ وزراء کو۔ لیکن کیا مجال کہ ان کی ٹھونچو
کے لئے ایک نفر بھی اس کار خاص پر تعینات کیا گیا ہو۔
بہند برس ہوئے مجھے دہلی سیکرٹریٹ میں جانے کا اتفاق
ہوا۔ ایک برآمدہ میں کھڑا تھا کہ ایک موٹر سائیکل وہاں
آ کر رک گیا جس کے فرار بھی بعد ایک چھوٹی سی موٹر کار
میں سے بہندہ رشتان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو
دھوئی باز سے افسر کی گاڑی ٹوپی رکھے بڑی سادگی سے
اکیلے ہی اتر کر سیٹی جاتے ہوئے اسی برآمدہ میں سے
اپنے کمرے میں جا بیٹھے۔ نہ کوئی ٹھونچو کی آواز نہ تھیں اور
نہ جلو میں کوئی باؤی گاڑو۔ صرف ایک کلرک کا شخص تھا
جو ڈرائیور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ چند فائین لے کر اسی دفتر
میں چلا گیا۔

ہاں تو جب ہم آکسفورڈ کی طرف جا رہے تھے تو
ٹرک صاف تھی اور ہم بڑی تیزی سے سفر کرتے جاتے تھے
ٹرک کے دورویہ درختوں کی قطاریں تھیں اور کہیں کہیں
تھوہ خانوں ریسٹورانوں اور ہوٹلوں کی عمارات نظر آتی
تھیں۔ ایک جگہ ٹھہر کر ہم نے ناشتہ کیا اور پھر منزل مقصود
کی طرف روانہ ہوئے۔

ان دونوں لندن میں غیر معمولی گرمی پڑ رہی ہے اس لئے

شہر کے اندر اور ارد گرد دور تک دھند نظر نہ آتی تھی
جو عام طور پر یہاں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ لندن کا زمانوں
کا بہت بڑا مرکز ہے۔ یہاں ہر قسم کے سامان تیار کرنے
کے کارخانے ہیں۔ جن کی چیمینوں سے صبح شام دھواں نکلتا
ہوتا ہے اور ضما میں جمع ہو کر دھند کی شکل اختیار کر لیتا ہے
اس دھوئیں کی وجہ سے موسم سرما میں تو شہر میں بھی خطرناک
ہو جاتی ہیں کیونکہ دھند اتنی گرمی ہوتی ہے کہ گاڑیوں کی
سرج لائٹیں چند قدم کے فاصلے سے ہی دکھائی نہیں دیتی
لوہے کے سامان کے کارخانے شیش۔ برتن سازی
مشینیں۔ ادویات۔ شراب۔ کھانڈ۔ غرض ہر قسم کا کارخانہ
یہاں موجود ہے۔ جس میں مزدور لاکھوں کی تعداد میں کام
کرتے ہیں۔

آکسفورڈ لندن سے ۶۵ میل پر ہے۔ یہ دھند کے
سفر کے بعد اس کی عمارات نظر آنے لگیں۔ ایسا موسم ہوتا تھا
کہ یہ گر جاؤں گا شہر ہے لیکن نہیں یہ مختلف کالجوں کی
عمارات ہیں۔ جن میں دنیا کے ہر ملک کے طالب علم تعلیم
حاصل کرنے آتے ہیں۔ چین۔ جاپان۔ پاکستان۔ بحارت
افریقہ۔ برما۔ مصر۔ عرب۔ شام۔ امریکہ۔ غرضیکہ دنیا کا
کوئی ایسا خطہ نہیں جہاں کے طالب علم یہاں موجود نہ ہوں
کالجوں کی عمارات پتھر سے بنائی گئی ہے اور ان میں
بعض ترصدیوں پرانی ہیں۔ یہاں تقریباً تیس مختلف
کالج ہیں۔ جن میں ہر علم و فن کی مکمل تعلیم دی جاتی ہے
ہر سات طالب علموں کے لئے ایک ٹیوٹر ہوتا ہے جس کا
کام ان طلبہ کی نگرانی ہے۔ وہ ہفتہ میں ایک بار ہنگامہ
کے مشغول کو اس کی موجودگی میں درستی کرتا ہے۔ اگر نہیں
ہوں گے۔ ان کے جواب ہوں گے اور اساتذہ کے درمیان
ایک دلچسپ مباحثہ ہوتا ہے گا۔ اس طرح استاد اور شاگرد
میں ایک ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے جو اس یونیورسٹی سے
بھی مخصوص ہے۔ طالب علم کو اس دورے کے استاد کے نظر
میں اس کی ذہنت کم ہو جائے گی۔ اپنا مشغول محنت اور
تجربہ سے تیار کرنا پڑتا ہے جس سے اس میں تحقیق اور
کی مادہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس علم پرانے کی ایک سچ جانتا ہے
استادوں اور طالب علموں کے لئے رہائش کا انتظام
انتظام ہے۔ ہر کالج کے ارد گرد وسیع باغات اور ریڑھیں
موجود ہیں۔ جہاں طالب علم پڑھتے لیٹتے اور سیر و تفریح کرتے ہیں
آکسفورڈ کی بوڈلین باؤری ری ایٹنی شہر کی واحد لاہری جگہ
ہے۔ اس میں ہر علم اور سائنس کی کتابیں موجود ہیں جن کی
تعداد لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس لاہری میں میں مطالعہ
کرنے والوں کے لئے جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ جہاں وہ اپنے
مطلب کی کتابیں لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے مطالعہ
میں کوئی مارج نہیں ہوتا۔

آکسفورڈ سے واپس لندن آئے اور کھانا کھانے کے
بعد کمبریج کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شہر لندن سے ۵۵ میل
کے فاصلے پر ہے۔ کوئی پانچ گھنٹہ میں سفر ختم ہوا۔
کمبریج کی یونیورسٹی انگلستان کے مشرقی ساحل کے
قریب واقع ہے۔ یہ یونیورسٹی آکسفورڈ کے بعد قائم ہوئی ہے
لیکن تعلیمی خدمت جو اس نے کی ہے وہ آکسفورڈ سے کسی طرح

براد کا سٹنگ ہاؤس میں ہے۔ یہاں بی بی سی کا دفتر اور دنیا کا سب سے بڑا ریڈیو اسٹیشن ہے۔ یہاں سے دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں دن رات پروگرام براد کا سٹ ہوئے ہیں۔ یہ سرکاری نگرانی میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا انتظام ایک کارپوریشن کے ماتحت ہے۔ جس میں عوام حصہ دار ہیں۔

لندن میں ملکہ الیزبت کی رہائش گاہ **بکننگھم پیلس** ہے۔ جس کی طرز تعمیر پرانی وضع کی ہے۔ جب ملکہ اس میں مقیم ہو تو شاہی جھنڈا لہاتا ہے۔ بدھ کے روز دو بجے سے چار بجے تک یہاں عوام کے لئے داخلہ کھلا ہے جس کے لئے پہلے سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

یہ مستقبل شکل کا مینار ان مرنے والوں کی یادگار میں بنایا گیا تھا جو ہر دو جنگوں میں مادر وطن کے لئے نثار ہوئے اور فوج کے قریبی اتوار کو یہاں ہر سال لوگ جمع ہوتے ہیں۔ دو دو منٹ کی خاموشی کی رسم ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ملکہ حکومت کے افراد اور دوسرے لوگ یہاں پھول چڑھاتے ہیں۔

گلڈ ہال گرینٹ سٹریٹ میں لندن کا ٹائون ہال ہے جو گلڈ ہال کے نام سے مشہور ہے۔ پہلا ہال تو ۱۶۶۶ء کی آگ میں تباہ ہو گیا تھا۔ اس کی جگہ موجودہ عمارت بنائی گئی ہے۔ اس کے بڑے ہال میں بڑے بڑے لوگوں کو جن میں دوسرے ممالک کے صدر۔ بادشاہ اور وزراء اعظم ہوتے ہیں لارڈ بیروف لندن لندن کی شہریت کے حقوق کا اعزاز دیتے ہیں۔ ۹ نومبر کو اس ہال میں ہر سال لارڈ میر کی صیافت ہوتی ہے۔ جس میں حصہ لینا ایک شہری کے لئے باعث فخر خیال کیا جاتا ہے۔

ایوان پارلیمنٹ پارلیمنٹ سکور میں دارالعلوم اور دارالامرا واقع ہیں۔ یہاں برطانیہ کی پارلیمنٹ کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوتا ہے تو وکٹوریہ ٹاور پر یزین جیک لہراتا ہے اور کلاک ٹاور میں روشنی کی جاتی ہے۔ یہ عمارت آٹھ ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور دریائے ٹیمز کے کنارے پر واقع ہے۔ دریا کی طرف کا رخ ۹۴ فٹ طویل اور ۳۳ فٹ چوڑا ہے۔ ان کی محرابوں میں شاہان انگلستان کے عیسے رکھے ہوئے ہیں۔ پچھلے جنگ عظیم میں بمباری سے اس عمارت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ لیکن اب دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ بھی نہیں بٹھا۔ اس عمارت میں گیارہ سو کمرے اور سو سیڑھیاں ہیں۔ اس کے مغربی گوشہ میں وکٹوریہ ٹاور ہے۔ جو ۳۲۳ فٹ بلند اور ۲۵ فٹ مربع پتھر ہے جو چار مخروطی ڈائلوں پر کھڑا ہے۔ وکٹوریہ ٹاور کی طرح شمال مغربی گوشہ پر کلاک ٹاور ہے۔ یہ ۲۲۰ فٹ بلند ہے اور اس میں ایک چوڑا کلاک لگا ہوا ہے جس کا ڈائل

۲۲ ۱/۲ فٹ قطر کا ہے۔ منٹ والی سوئی ۴۱ فٹ لمبی اور گھنٹہ کی سوئی ۹ فٹ لمبی ہے۔ یہ تقریباً ۵ ٹن وزن کا ہے۔ رات کے وقت یہ برقی قوت سے روشن ہوتا ہے ان دونوں ٹاوروں کے درمیان ایک اور برج بنا ہوا ہے جس کے نیچے جو دروازہ ہے۔ اس میں بادشاہ یا ملکہ انگلستان پارلیمنٹ کے ایوانوں میں داخل ہونے کے لئے گزرتے ہیں۔

دارالامین کی نسبت دارالامرا زیادہ سجایا گیا ہے۔ ہر لارڈ کی کرسی پر اس کا نام درج ہے اور رتبہ کے لحاظ سے ان کی ترتیب ہے۔ اس کی دیواروں پر دو تصویریں ۴۵ فٹ لمبی اور ۱۲ فٹ چوڑی کنوئس پر بنی ہوئی آویزاں ہیں ایک پر ٹیٹا لگے ہیں نیلسن کی موت اور دوسری میں ہارٹ کے جنگ کا پس منظر ہے۔ ان دونوں تصویروں کا تعلق جوبلین کی شکست ہے کیونکہ نیولین نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا تھا کہ تمام یورپ پر اس کا قبضہ ہو چکا تھا اور انگلستان کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ٹیٹا لگے کی لڑائی میں نیلسن نے اس کی بحری طاقت کو تباہ کیا اور واکٹر لو کی جنگ میں ڈیوک آف وٹنگٹن نے اس کی بری فوج کو شکست فاش دی۔

ایوان پارلیمنٹ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز قوم صحیح جمہوریت کی علم بردار ہے۔ کیونکہ وہ تمام تاریخی واقعات یہاں تصویروں کی صورت میں محفوظ ہیں جن میں شاہی اقتدار کو آہستہ آہستہ کم کیا جاتا رہا اور عوام کو حکومت میں حصہ ملتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ شاہی خاندان کی عزت اور تعلیم میں بھی فرق نہیں آنے دیا اور اس کی نشست پارلیمنٹ کے ایوان میں سب سے نمایاں رکھی گئی ہے اور جب بادشاہ یا ملکہ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہیں تو وہ تمام اہم معاملات جو پارلیمنٹ میں پیش ہونے والے ہوں ان کا ذکر ان کی تقریر میں موجود ہوتا ہے۔

ولیسٹ سٹریٹ پارلیمنٹ کے ایوانوں کے پاس ہی ولیسٹ سٹریٹ ہے۔ یہ گرجا کی صورت کی عمارت دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ پہلے یہ شاہی محل تھا جس میں ہنری ہشتم نے اپنے تخت کے بادشاہ سکونت پذیر رہے۔ لیکن ۱۵۴۷ء میں اس سے تباہ ہو گیا تو ہنری ہشتم نے یہاں ایک پیلس میں سکونت اختیار کی اور ۱۵۴۷ء میں سینٹ جیمز کا محل بن کر دیا۔ ولیسٹ سٹریٹ ہال اسی تباہ شدہ محل کا ایک حصہ ہے جس کی مرمت ہوئی ہے۔ یہ تقریباً ۲۵۰ فٹ لمبا اور ۲۵ فٹ چوڑا ہے اور اس کی بلندی ۹۲ فٹ ہے۔ ہال کی داخل ہونے والا دروازہ پتھر اور شاد بوط کی کھڑکی کا ہوا ہے۔

اس کے اندر داخل ہوتے تو فرش پر جا بجا کندے رکھے ہوئے پتھر لگے ہوئے نظر آتے ہیں پر اہم واقعات درج ہیں مثلاً گلڈ سٹون کے دفن ہونے کی تاریخ ۱۶۰۶ء ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء ایڈورڈ ہشتم کی موت ۱۹۱۱ء اور دیگر غیرہ۔ ۹ مئی ۱۹۱۵ء جبکہ ہر دو ایوان پارلیمنٹ نے شاد جارج پنجم کو سلور جوبلی کے موقع پر مبارکباد کا ڈیڑھ میٹر شیش کا ڈیڑھ میٹر

اس ہال کے ایک حصہ میں تاجپوشی کا کمرہ ہے جہاں ایڈورڈ دی کیفیر کی کرسی رکھی ہے جس پر بیٹھ کر انگلستان کے بادشاہوں کی تاجپوشی کی رسم ادا ہوتی ہے۔ ولیسٹ سٹریٹ ہال میں انگلستان میں بادشاہوں کے علاوہ بہت ہی بڑے بڑے پارے کے لیڈر۔ شاعر اور سیاست دانوں کو دفن کرنے کا اعزاز دیا جاتا ہے۔ اور یہاں کی لائبریری میں دنیا بھر کی نادر کتابیں کتبے اور علمی نسخے وغیرہ موجود ہیں اس کے علاوہ وہ اہم دعوتیں ہیں جن میں ملکہ انگلستان شرکت کرتی ہیں اسی ہال میں منعقد ہوتی ہیں یہ ہال اندر سے اس قدر خوبصورت ہے کہ عقل فلک ہ جاتی ہے

میڈم ٹشو کی مومی نمائش ۱۹۱۲ء کا ذکر ہے جب ایک نئی قسم کا عجائب گھر پیرس میں کھولا گیا۔ اس میں تاریخی واقعات کی تصویروں کی مدد سے مرتب کئے گئے۔ بادشاہوں بیگمات اور دوسرے اہم اشخاص کی مومی تصاویر بنائی گئی ہیں۔ اور ان کو وہی لباس پہنایا گیا ہے جو وہ زندگی میں پہنتے تھے۔ تصویر دیکھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔

یہ نگار خانہ میڈم ٹشو کے چھپانے پیرس میں کھولا۔ لیکن ۱۹۱۴ء میں وہ فوت ہو گیا۔ پورے ۹ سال کے بعد میڈم ٹشو اس نگار خانہ کو کھٹکا۔ بیکر سٹریٹ لندن میں نے آئی جو ترقی کرتے کرتے ۱۹۲۵ء میں ایک مستقل نمائش گاہ بن گیا۔ ۱۹۵۴ء میں اس نمائش گاہ کے لئے بیکر سٹریٹ کا فرانس مکان بنگ معلوم ہونے لگا اور اسے موجودہ جگہ پر لایا گیا۔ ۱۹۵۵ء میں یہاں آگ لگ گئی اور عوام کی یہ عورتیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔ لیکن ۱۹۶۸ء میں دوبارہ اس کا افتتاح ہوا۔

بیت ساری کا کمال نمائش گاہ میں داخل ہونے پر پہلا واقعہ جو پیش آیا وہ عجیب تھا۔ اتفاق کئے یا دل کی رہنمائی۔ جب ہم دروازہ کے اندر داخل ہوئے اور ٹکٹ لینے کے لئے کھڑے تو ٹکٹ فروخت کرنے والی لیڈی سے ہم نے ٹکٹ طلب کیا جو ہم کو مل گیا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ہی اسی شکل و شباہت کی عورت کا ایک مومی بت ٹکٹ فروخت کرنے والے کا لباس پہنے کھڑا تھا اور ایک فوجی نو جوان جو ہماری طرح خود دار تھا اس بت سے ٹکٹ مانگ رہا تھا۔ جب ہم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو بت ہی کھسکانا ہوا اور ہماری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔

دلچسپ مناظر ٹکٹ لینے کے بعد نمائش کے مناظر دیکھنے لگے۔ جگہ جگہ مومی بت کھڑے تھے۔ کوئی پھول فروش لڑکی ہے تو کہیں پیرس کا سپاہی۔ کہیں کوئی راہ گیر۔ لیکن میں سب مومی۔ دور سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نمائش گاہ میں بڑی چل چل ہے۔ اور ہر طرف آدمی ہی آدمی ہیں۔ لیکن قریب جاؤ تو وہ مردم کی تصویریں نکلتی ہیں۔ تاریخ کے تمام اہم واقعات مردم کی تصویروں میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ وہی لباس وہی جگہ (باقی صفحہ)

اسلام میں نبوت کا تصور

(از ڈاکٹر محمد آصف صاحب والدی ایم اے بی ایچ ڈی)

(۲)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ

(اے محمد) کہ وہ کہ میں نہاری ہی طرح ایک بشر ہوں (فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے) (قرآن مجید)

پر مقصود ہونے اور طرح طرح کے معجزے دکھانے پر نہیں بلکہ لوگوں میں حق اور غیر حق کی تمیز پیدا کر کے ان کی روحانی اور اخلاقی سطحوں کو بلند کرنے میں ہے۔ معجزات سے معارض کو لاجواب اور خاموش کیا جاسکتا ہے۔ لاجواب اور خاموش کر کے ہم دشمنوں کو زیر و کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں میں تسکین اور خوشی پیدا کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ تسکین اور خوشی کے لئے اتحاد جنسیت ضروری ہے۔ یہی چیز دلوں کو کھینچتی ہے، اضطراب اور عارضی طور پر نہیں، بلکہ عادتاً اور مستحلاً، اور ان میں کمی اور سچائی کے عناصر پیدا کرتی ہے۔ مولانا دوم فرستے ہیں:-

موجبہ ایمان نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات
معجزات از ہر قدر دشمن است!
بوئے جنسیت سے دل بڑن است
قبر گرد و دشمن آادوست نے
دوست کے گرد و بستہ گردنے

اسلام سے پہلے انبیاء کو غیر از بشر سمجھنے کا عام دستور تھا۔ ان کی بابت انسانوں کے بجائے الٰہانوں کے کہیں میں خدا یا فرشتہ مہمنے کا عقیدہ رکھا جاتا تھا۔ اور یہی غلط تصور لوگوں کو ان پر ایمان لانے سے روکتا تھا۔ قرآن مجید نے اس کی نفی کی۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ
يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ
الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ كَانُوا
أَعْيُنًا عَلَىٰ آيَاتِنَا
مُحْدِثِينَ لَا يَذْكُرُونَ
أَنَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
مُطَّئِنِينَ لَنَنْزِلَنَّهُمْ
مَلَكًا زَمْزَمًا ۝

(الفرقان: بنی اسرائیل) بنا کر بھیجتے۔
یعنی میری اور قیادت کے لئے اشتراک جنسیت ضروری تھا۔ چنانچہ تمام انبیاء اپنے تمام جسمانی خصائص یعنی، چلنے، مرنے، بیمار پڑنے اور صحت یاب ہونے کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے، صورت، شکل، ہاتھ پاؤں وغیرہ کے اعتبار سے خاص بشر ہی تھے۔

وَمَا جَعَلْنَا هُمُ جَسَدًا
لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ
وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ
الفرقان: (الانبیاء)
وَمَا ارْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ
مِمَّنْ أَهْلُ الْقُرَىٰ
(الفرقان: یونس)

تندرست کر دیتے تھے۔ اور ان کی ضرب سے سمندر پھٹ جاتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا ان سب کو عیسائی حضرات خدا یا خدا کے بیٹے یا خدا کے اوتار بننے پر تیار ہیں؟
علاوہ ازیں، کسی نبی کو خدا یا خدا کے اوتار کا مقام دینے کے بعد اس کی زندگی ہمارے لئے نمونہ اور مثال کے کام کی نہیں رہتی۔ کیونکہ ہم ہر حال اسی کی اقتدار کر سکتے ہیں۔ جو قوت و اختیار کے معاملے میں ہمارے ہی جیسا ہو، یا دوسرے لفظوں میں ہم اسی کے نقش قدم کو خیر یا برا بنا سکتے ہیں۔ جس کے قدم ہم سے مختلف نہ ہوں۔ مختلف الجنس مخلوق ہم کو مرعوب تو کر سکتی ہے مگر رہنمائی اور رہبری نہیں، اور نہ وہ ہمارا آئیڈیل بن سکتی ہے۔ مثلاً شیر یا ہاتھی ہم کو سہا سکتے ہیں۔ خوف زدہ کر سکتے ہیں۔ حیرت میں ڈال سکتے ہیں۔ اور کبھی کبھی پسند کی اور رشک کے جذبات بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم ان کو اپنا ہیرو بنانے سے معذور ہیں۔ کیونکہ ہم لاکھ جاہیں شیر یا ہاتھی بننا ہمارے امکان میں نہیں ہے۔

آئیڈیل یا ہیرو کا تعین کسی ایک ذات میں وہ تمام اچھائیوں جمع کر کے جو مختلف افراد میں نظر آتی ہیں اور اس میں سے تمام برائیاں خارج کر کے کیا جاتی ہے تاکہ وہ اپنے ہم جنسوں میں نمونہ اور مثال کا کام دے سکے۔ اوتاروں میں چونکہ ایسی طاقتیں یقین کی جاتی ہیں۔ جن پر دوسرے انسانوں کو قدرت نہیں ہوتی۔ اس لئے انھیں منتہا کے انسانیت یا انسانوں کے آئیڈیل یا ہیرو بنالینا درست نہیں ہو سکتا ہے۔ انسان عملاً اپنی زندگی ان کے نمونہ پر ڈھانے سے ہمیشہ معذور رہے گا۔

انبیاء انسانوں میں مبعوث ہوتے تھے اور ان کے سپرد انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت ہوتی تھی۔ ان کی دعوت کی کامیابی کے لئے یہ لازمی تھا کہ وہ تمام بشر ہی ہوتے اور زندگی کے نشیب و فراز سے گزرنے کے لئے اور مختلف دشواریوں کو عبور کرنے کے لئے وہ وہی تدبیریں اور وسیلے استعمال کرتے جو نوجوان انسان کا خاصہ ہیں۔

خدا کے رسولوں کی بڑائی کا انحصار ان کے کائنات

اپنے سارے فضائل و اوصاف کے باوجود انبیاء انسان ہی تھے۔ وہ خدا یا خدا کے بیٹے، یا خدا کے اوتار نہ تھے۔ دراصل انبیاء میں الوہیت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی تسلیم کر لینے کے بعد تو حید اور نبوت کی حیثیتیں ہی مشتبہ نہیں ہو جاتی ہیں، اور خدا کی کینائی کا تصور ہی مجروح نہیں ہو جاتا ہے۔ بلکہ انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور ان کی زندگیوں ہمارے لیے کچھ زیادہ مفید نہیں رہتی۔

مثلاً حضرت عیسیٰ کی سیرت کتنی پاکیزہ نظر آتی ہے انکی معصومیت اور بے نفسی، ان کے عفو اور درگزر صبر و تحمل اور بردباری کا ہمارے اوپر کتنا اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ لیکن الوہیت کا رنگ دینے کے بعد ان کا حسن ضائع ہو جاتا ہے۔

اگر آناجیل ہی کے بیان کو معیار قرار دیا جائے تو الوہیت کے معیار پر حضرت عیسیٰ کی زندگی عجیب حسرتناک نظر پیش کرتی ہے۔ خدا اور بندوں کے آگے بے بس ہو۔ اس پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹیں۔ اس کی توہین ہو، اور وہ عاجزی اور لاجبازی کا موقع بنا رہے، اصرار ہے کہ خدا انہی کے بعد ان کے حیرت انگیز معجزے بھی بے حقیقت معلوم ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ ان خوارق کی قدر و قیمت صرف اس وقت تک رہتی ہے۔ جب تک کہ ان کو بہت بڑی یعنی ایک برگزیدہ انسان ہی کی برکات و کمالات سمجھا جائے نہ مستدرسو خراوندی کی ان سے کہیں زیادہ عجیب و غریب باتیں تو دن رات نظر آتی رہتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ کے عجیبہ حیات میں کوئی بات بھی تو نہیں ملتی۔ جو اہل کلیسا کے اس دعوے کی تصدیق کر سکے کہ وقت مقررہ پر خدا کے قلمرو و توانا گوشت اور خون کا لباس پہن کر ان کی صحبت میں ظاہر ہوا تھا۔ عیسائی مبلغین اس سلسلہ میں اکثر ان کے معجزات کی باتیں اٹھا کر کرتے ہیں۔ لیکن ضرور خوارق حضرت عیسیٰ ہی کا عذرہ اختیار نہ تھا تمام انبیاء اس سے متاثر ہوئے تھے اور انجیل میں بھی دوسرے پیغمبروں کی بابت ایسی ہی باتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ اور لاعلاج مریضوں کو

یہ ہدایت دراصل نبی نہ تھی بلکہ نبوت کا فوقی نظریہ تھا۔ انا قوی تھا کہ میری کو اس کا از سر نو سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام پر بھی ان کی قوم کی جس طرح بھی تھی کہ

مَا شَرَكْتُ إِلَّا نَفْسًا مِّثْلَنَا (الفرقان: ۲۵)
”ہم تو مجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔“

اور جواب میں انہوں نے یہی فرمایا تھا کہ

وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ (الزمر: ۲۵)
(ایضاً)

”میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں خدا کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں“
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ
إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ إِنِّي أَخَذْتُ الْكِتَابَ وَجَعَلْنِي

نَبِيًّا (الفرقان: ۲۵)
”میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔“

پھر بھی جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا۔ تو ان کی قوم تعجب سے بکا رہی کہ
أَلَمْ نَكُنْ لَكَ آيَةً إِذْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ (تو) انسان کو پیغمبر بنا کے بھیجا ہے؟
(الفرقان: ۲۵)

اِنْشِرَافُ يَهُودٍ وَمَنَا (تفاسیر)

”کیا انسان ہماری رہنمائی کریں گے؟“
وَقَالُوا مَا لَهِذَا الرَّسُولُ يَا حُلَيْطُ
الْأَطْعَامِ وَبِمَشْنُونٍ فِي الْأَسْوَاقِ ط
لَوْ لَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ مَلَكَ فَتَكُونُ
مَعَهُ سَدْرًا ۚ أَوْ يُنْفِثُ إِلَيْهِ
كُفْرًا..... (فرقان)

”اور لوگوں نے کہا کہ یہ پیغمبر کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں بازاروں میں جھرتا پھرتا ہے، کیوں اس پر ایک فرشتہ نہیں اترتا جو اس کے ساتھ لوگوں کو ڈرا کر مایاں ہو یا اس کے پاس خزانہ کیوں نہیں آتا جاتا...“
اس کچ ذہنی کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدیت کو اپنے آپ پر اس قدر غالب کر لیا اور انبیاء کی بشریت کا اعادہ آپ نے اس معنائی اور شدت سے کیا کہ کل مسئلہ ہمیشہ کے لئے روشنی میں آ گیا اور کم از کم مسلمانوں کے لئے نبوت اور الوہیت کے مفہوموں میں غلطی کرنے کا امکان باقی نہ رہا۔ قرآن کی یہ آیات ملاحظہ ہوں:

هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَ رَسُولٍ (الفرقان: ۲۵)
”میں تو ایک انسان پیغمبر ہوں“
قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ
إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ (کہف)

(ترجمہ) ”کہہ دے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔“
مجھ پر وحی آئی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔“

وَمَا جُعِلْتُ إِلَّا رَسُولًا قَدْ خَلَتْ
مِثْلِي الْقُرُونُ (الأنعام)

”مجھ تو صرف ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے
میری ایک رسول گزر چکے ہیں۔“

دنیا کی تمام چیزوں پر انبیاء کو براہ راست خدا سے سمجھا جاتا تھا، غیب کا علم، نفع و نقصان پر اختیار مارنے اور جلاسنے پر قدرت، ہوا میں اڑنا۔ خدا سے رو در رو باتیں کرنا، غرض تمام عجیب و غریب باتیں ان سے منسوب کی جاتی تھیں۔ اسلام نے ان ادوار و خلافات کی بھی بیخ کنی کی۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ
لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنِ اتَّبَعُ إِلَّا
مَا يوحىٰ (الفرقان: ۲۵)

”اے پیغمبر کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ میں تو اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔“

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ
الْغَيْبُ لَا مَنَعَكَ كَثْرَتُ مِثْرٍ الْخَيْرِ وَ
مَا مَسَّنِي الشُّعُورُ (اعراف)

”اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دے کہ خود میرا نفع و نقصان میرے قبضہ اختیار میں نہیں بلکہ جو خدا چاہے، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو خود اپنا بہت سا نفع کر لیتا۔
اور نہ مجھ کو کوئی گزند پہنچتا۔“

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا
وَحْيًا..... (الفرقان: ۲۵)

”کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے رو در رو باتیں کرے۔ الا یہ کہ وحی کے ذریعہ اپنا پیغام پہنچائے۔“

اقرآن عبدیت کا یہ بھی کتنا اچھا اسلوب تھا جس کے اختیار کرنے کا رسول کو حکم ملا۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ
بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ
(الفرقان: ۲۵)

”میری نماز، میری قربانی، میری زندگی میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالم کا

پالنے والا ہے۔ اس کو کوئی بھی شریک نہیں ہے۔
مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں اس سے پہلے
اس کے حکم برداروں میں ہوں۔“

یا یہ کہ ”اے اللہ میں بندہ ہوں تیرا اور میرا ہوں تیرا
بندہ کا اور دنیا ہوں تیری بندی کا، ہم تو تیرے قبضہ میں
ہوں، نافرمانی میرے بارے میں تیرا حکم، عین عدل ہے۔
میرے باب میں تیرا فیصلہ.....“

پیغمبروں کو خدا کی یا نیم خدا کی کامرتبہ دینے کی بڑی حد تک ذمہ داری مقرر مسیحیوں کی اعتدال سے بڑھی ہوئی تقدیس و تکریم پر ہے۔ مستفاد کی غلو آمیزہ خوش عقیدگی اکثر اوقات دینی رہنماؤں کو معبود و معبود کے مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ پیغمبر اسلام نے اس خطرہ کا سدھاری عمر کاٹ کر رکھا، افسوس کہ اپنی سب سے بڑی عظمت کی اجازت نہ دی۔

آپ سے یہودیوں نے ایک بار دریافت کیا کہ ”کیا
آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کیا کریں جس
طرح عیسائی حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔“
ارشاد ہوا۔ ”معاذ اللہ! میں اور غیر اللہ کی عبادت
کا حکم دوں۔“

یہ آیات قرآنی اسی وقت نازل ہوئی تھیں۔
وَمَا كَانَ كِبَارًا أَنْ يُؤْتِيَكَ اللَّهُ
الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَ لَتَكْفِيَنَّ
لِلنَّاسِ عُنُودًا عِبَادًا إِلَىٰ مِثْرٍ ۚ
وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّكُمْ مُنْجِبِينَ
لِلْكِتَابِ وَالْكِتَابِ وَمَا كُنْتُمْ تُدْرَسُونَ
وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُتَّخَذَ الْوُجُوهُ
وَالنَّبِيُّ أَوْ لَا يَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ

بعد ازاں مسلمان (الفرقان: ۲۵)

ترجمہ: ”جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ اس کی ہدایت و دعوت ہی ہوتی ہے کہ ہو جاؤ سب اللہ والے مطہق ہیں کہ یہ پڑھتے پڑھاتے ہر اللہ کی کتاب کو، وہ ہرگز یہ نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی عباد بنالو۔ بھلا وہ کفر کے لئے کہہ سکتا ہے، بعد اس کے کہ تم اللہ کے فرمانبردار بندے بن چکے ہو؟“

ایک دوسرے موقع پر ایک صاحب نے ہمارے نبوت میں عرض کیا کہ ”جو خدا چاہے وہ آپ چاہی“
انہیں فوراً ٹوٹا گیا کہ تم نے مجھے خدا کا شریک اور ہمسر ٹھہرایا۔ کہو کہ جو تمہارا خدا ہے۔“

ایک صحابی قیس بن سگر کو حیرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگ جب ریت شہر کے دربار میں جاتے ہیں تو سجدہ کرتے ہیں لڑتے کہ اسے تو حضور

(باقی صفحہ ۱۴)

مُسْتَعِیْنِیْ بِمُتْلَا مُصْنَعِیْ

جناب مولانا محمد اکرم رضا سلطان فونڈ لاہور

امت مسلمہ ان افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں جنہوں نے کلمہ علیہ پڑھا اور اپنی زندگی کی ساری حرکتیں کو ذاتِ واحد کے حکم کا پابند کر لیا۔ کلمہ علیہ پڑھنے سے پہلے انسان اس درجہ پابند نہیں ہوتا۔ وہ جو جی میں آئے کئے کرتا ہے جو دل چاہے کھاتا ہے۔ جہاں دل چاہے پھرتا ہے گویا آزاد ہے۔ لیکن اس افراد کے بعد اس کی وہ کیفیت نہیں رہتی۔ اس کا چلنا۔ پھرنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا اس کا بولنا۔ چپ رہنا۔ غرض اس کی ہر حرکت پابند ہو جاتی ہے۔ اور اس کی پابندی کے لئے نقشہ طرز یا مثال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تقاضے کی طرت سے مقرر کیا گیا جو طرز معیشت یا نقشہ حیات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کر اس دنیا میں تشریف لائے وہ چونکہ آخری تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی مقام تک یا نسل و قوم کے لئے مخصوص نہ تھی بلکہ تمام عالم انسانیت کے لئے اور قیامت تک کے لئے تھی۔ لیکن اُن کی ذات ایک معین وقت کے لئے اس عالم میں بھیجی گئی اور ان پر اس سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ لہذا ضرورت تھی کہ اس طرز معیشت اور نقشہ حیات کی ترویج کے لئے ایک قوم یا ایک جماعت کو مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ بارگراں امتِ مسلمہ کے سپرد کر دیا گیا۔ گویا جس مقصدِ عظیم کے لئے انبیاء مبعوث کئے جاتے تھے وہی مقصدِ حیات اس امت کا ہو گا۔ اور یہ امت اس میں کوتاہی کے لئے جواب نہ ہوگی۔

نبیل مارا یہ عمل اللہ کی اس درجہ محبوب ہے کہ جو بھی اس لباس میں آئے۔ وہ نہ صرف انعام اکرام کا مستحق ہے۔ بلکہ مقرب بارگاہ بھی ہے نظام مملکت کی باگ ڈور بھی اسی کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ سورہ صافات میں ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ
عَلَى تِجَارَةٍ تَنْجِيكُمْ مِنَ الْعَذَابِ..... إِلَى..... وَآخِرُهَا
تُخَبِّرُكُمْ أَنَّكُمْ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَرِيبٌ
(ترجمہ) اے ایمان والو کیا میں تم کو ایک
تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے
نجات دے۔ میری طرف سے اللہ اور اس کے رسول
پر یقین کر لو۔ اور اس کے راستہ میں اپنے مالوں
اور جانوں کے ساتھ کوشش کرو۔ اسی میں

تمنا ہی پھلائی ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔ اللہ تمہارے
گناہ معاف کر دے گا۔ اور ایسے باغات میں
تمہیں بھیج دے گا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی
ہیں۔ ان باغات میں پاکیزہ مکانات ہوں گے۔
ایسی بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن دوسری چیز
جو تمہیں محبوب ہے۔ یعنی اللہ کی مدد اور غوری
کامیابی وہ بھی تمہیں نصیب ہوگی۔ (دے دے ہمارے
بچے) مومنوں کو اس کی بشارت دے دیکھئے
ان آیات سے معلوم ہوتا کہ دین اسلام کو
دنیا میں پھیلانے اور خود اس پر پختہ ہونے کا مشرہ
نہ صرف دعوہ فزا کے طور پر آخرت ہی میں ملے گا بلکہ
اس دنیا کی فرمانروائی کی صورت میں یہاں بھی مل جائے گا
لیکن جب امت اس منصب سے اتر جائے گی
تو نہ صرف یہ کہ دنیا کی فرمانروائی اُن سے چھین جائیگی۔
بلکہ اس کی بادشاہی میں طرح طرح کی فتنیں اور مصیبتیں
برداشت کرنی پڑیں گی۔ اسی قسم کا ایک مضمون

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ خجروہ عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف میں لائے۔ آپ کے چہرے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی خاص واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی بات کہیں کی۔ وہ نہ کہا اور میرے میں تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں حجرہ کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ تاکہ سنو کہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا :-

اے انسانو! اللہ یہ فرماتا ہے۔ نیکیوں کا
حکم کرو۔ برائیوں سے روکو۔ بیشتر اس کے
کہ تم مجھے پکارنا اور میں کوئی جواب نہ دوں
تم مجھ سے سوال کرو (یعنی حاجات طلب
کرو) اور میں تمہارا سوال پورا نہ کروں تم
(دشمنوں کے مقابلہ میں) مدد طلب کرو
اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔“

اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہیں فرمایا ہے کہ میرے
سے نیچے اترا آئے۔ اس حرمینِ قدسی میں امتِ محمدی
کا منصب بیان کیا گیا ہے۔ کہ اگر یہ امت نہ

ترک کر دے تو رحمتِ خداوندی کا سارا معاملہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ اور مصائب و بیماریاں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ساری امت تو گمراہ نہیں ہوئی۔ چند نفوسِ قدسی تو ایسے بھی موجود ہیں۔ جو اسکا منصب پر گامزن ہیں۔ کیا ان کے ہوتے ہوئے بھی امت مبتلائے عذاب ہو جائے گی؟ عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اکثریت کے عمل پر ہوتا ہے اگر کچھ افراد اپنے فرض منصبی کو بھیاں رہے ہوں۔ لیکن امت کی اکثریت مبتلائے عصیاں ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاتا ہے بلکہ وہ نفوسِ قدسی بھی اسی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ عالمِ آخرت میں وہ لوگ انعام و اکرام کے مستحق ہوں گے۔

و پہلی اُمتوں کے لوگ جب گناہوں میں بہت بڑھ گئے تو حکم خداوندی کے مطابق عذاب کے فرشتے اس سستی کو ہلاک کرنے کے لئے آگئے۔ چوتھا دہاں ایک ایسا عابد اور زاہد بھی رہتا ہے جس نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ بارگاہ ایزدی میں واپس لوٹے کہ بارگاہ کیا اس زاہد سمیت سستی کو تباہ کر دیا جائے۔ بارگاہ خداوندی سے جواب صادر ہوا۔ کہ ہاں اس زاہد سمیت سستی کو تباہ کر دیا جائے کیونکہ میرے بندوں کو مبتلائے معاصی دیکھ کر اس کے ماتھے پر شکن بھی پیدا نہیں ہوتی۔“

نہا اوقات اللہ رب العزت فوراً گرفت نہیں کرتے
تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید مہارے اعمال قابل مواخذہ
نہیں۔ لیکن ان کا معاملہ یہ ہے کہ دیرگوشخت گیر و دراز
امید ہے کہ یہ بات نہ سن نشین ہوئی ہوگی کہ
مصیبتوں اور تکفیلوں کا سلسلہ محض اتفاقی نہیں بلکہ منیب
نہیت کے ترک کی وجہ سے ہے۔ ہم آج بھی اگر
عملاً اعلائے کلمۃ اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
والے فریضے پر کار بند ہو جائیں تو رحمت خداوندی
آج بھی استقبال کرنے کو تیار ہے۔

فاعتبروا يا اولي الابصار

ایک دفعہ ماسٹر عبداللہ نیاز صاحب تھان میں حضرت
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے دولکڑہ پیر شریف
لائے۔ دیر تک تذکرہ شعر و سخن رہا۔ نیاز صاحب نے کہا شاہ جی ایک
چیز مجھ سے بھی سینے۔ اگر سچ وہ نظم نہ سہی مگر اس کے دو تین شعر
ہی میرے لئے آخرت کا بڑا ذخیرہ ہیں

حضرت امیر شریفیت مدظلہ نے اس کو سنا اور دیر تک روتے ہوئے یہ شعر کہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

عاصی بھی ہوں ابو محمد قزنجی
جب پردہ اشک نظر آ گیا تو ابھی
پہلی سی ملاقات میں ہو جائے عاصی
میں نہیں مجھ کو وہ صاحب الطاف

عامی بھی ہوں اے محققہ تو خیر کبھی
جب پردہ اٹھا کر نظر آ گیا نہ بھی
پہلی ہی ملاقات میں ہو جائے خفا بھی

تجارت

فقیر محمد جی اور بھائی (ص ۱ سے آگے)

کو تباہ کر دیا۔ بڑے بڑے علاقے بڑی بڑی جاگیریں اور بڑی بڑی زمینداریاں ایک اسی چیز کے نہ ہونے سے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ انہوں نے یہ کبھی نہ سوچا کہ کل کیا ہوگا۔ قرضوں پر قرض لیتے اور خرچ پر خرچ بڑھاتے چلے گئے۔ تجارت شروع کی جائے گی۔ تو عاقبت اندیشی بھی اختیار کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ اس سے کام نہ لے گا تو نفع نہ ہوگا۔ کاروبار کے ناکامیاب ہونے کا اندیشہ لگا رہے گا اور ہر ٹھوکر اور ہر نقصان اسے عاقبت اندیش بنا چلا جائے گا۔ پانچویں چیز ہے توکل۔ ملازمت میں تو اس امر کی بوری توقع ہوتی ہے کہ جیسے ختم ہو جائے پر یقیناً خواہ مل جائے گی۔ اس میں توکل کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اس کا خیال ہی نہیں آتا۔ زمینداری میں بھی چھٹے چیز روپیہ مل جانے کا یقین ہوتا لیکن تجارت میں ایسی کوئی توقع اور امید نہیں ہوتی۔ اس میں محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رہنا ہے۔ اور اسی کے کرم پر نظر ہوتی ہے اور روحانی عظمت ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح زبان کی سختی اور وعدے کی پابندی کی بھی عادت ہوتی ہے۔ غرضی تجارت انسان میں وہ تمام خوبیاں اور محاسن پیدا کر دیتی ہے۔ جنہیں اسلام نے سراہا ہے اور جو اخلاقی حیثیت سے بہت بلند بہت ارفع بہت قابل قدر ہیں۔ گویا تجارت اسلامی اخلاق کے قیام و قیاد کا ہی باعث ہے۔ کوئی اسلامی حکم ایسا نہیں جو گونا گوں مفاد پر مشتمل نہ ہو۔ یہی صورت تجارت کے حکم کی ہے اور اسی لیے اسلام نے اسے لیا، سراہا اور مسلمانوں کے لئے منتخب کیا اور حضور نبی کریم پر ہر مسلمانوں کو اس کے اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہے۔ مسلمان جس دولت و بربادی سے دوچار ہو رہے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ تجارت سے بیگانہ ہیں اور اب تک اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

جان لینا چاہئے کہ وسائل معاش اور ذرائع ترقی دولت میں بالعموم تین ذرائع ہی مشہور ہیں اور انہیں ہی اہمیت حاصل ہے۔

یہ تین ذرائع تجارت، صنعت اور زراعت ہیں دنیا میں انہی پیشوں کے سرمایہ دار خوشحالی اور فائز مہلکی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور کسی ملک و قوم کی ترقی و عظمت کا دار و مدار بھی انہی پر ہے۔ ان میں بھی سب زیادہ اہم اور نفع خیز پیشہ صرف تجارت ہے۔ اور سب سے زیادہ عقل و دانش اور غور و اخلاق کی ضرورت اسی میں داعی ہوتی ہے اور سب سے کم خطرہ بھی اسی میں ہے۔ چونکہ زراعت میں لگاتار محنت نہیں کرنی پڑتی۔ کافی وقت بیکار جاتا ہے۔ اور نسبتاً نفع بھی کم ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔

حضرت فاروق اعظم کی تو یہ حالت تھی کہ آپ عربوں کو زراعت سے بالعموم روکتے رہتے تھے اور حکم جاری کر دیتا تھا کہ جو عرب عجم مصر اور شام وغیرہ میں جا رہے ہیں۔ وہ زراعت نہ کریں اور یہ کام وہیں کے لوگوں کے لئے چھوڑ دیں۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ زراعت میں ترقی کے جو حصے پورے نہیں ہوتے اور ایک حد سے زیادہ آگے بڑھنا غیر ممکن ہو جاتا ہے اور مزاحمت میں تناعت پسندی پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ تجارت کے بعد صنعت و حرفت کو بھی اسلام نے وقت دی۔ چنانچہ حضور نے ارشاد فرمایا: **الکاسب حبیب اللہ**، صنعت و حرفت میں منافع کو وہ منفعہ نہیں تو ضرور حاصل نہیں ہوتا جس کی قیمت جتنی بھی ہو۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ مزارعین کی طرح انہیں ایک ہی جگہ جمع رہنے اور حصول الارضی و سماوی ضرورت سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو مزارعین کو درپیش آتے ہیں۔ کہ کبھی خشک سالی۔ کبھی سیلاب آگئے۔ کبھی اوے گئے۔ کبھی ہوا کی تیزی نے فصل خراب کر دی اور کبھی موسمی سردی و گرمی کے توازن کے درہم برہم ہو جانے سے نقصان پہنچ گیا۔ وہ جہاں پہنچتے ہیں کام انہیں مل جاتا ہے وہ بھوکے ننگے نہیں رہ سکتے۔ اگر انہیں زیادہ نفع نہیں ہوتا تو زیادہ خطرات کا بھی سامنے نہیں کرنا پڑتا۔ جہاں رہتے ہیں متوسط حالت میں رہتے ہیں۔ اور اپنی محنت سے لذت پیدا کرتے ہیں۔ اس میں صرف تھوڑی سی عقل اور تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔ جہاں کام آگیا۔ پھر نہ کاوش کی ضرورت نہ سرمائے کی حاجت، جہاں میٹھے گئے عورت سے اپنا رزق پیدا کر دیا۔ دن بھر محنت کی اور آرام سے رات کو سو رہے۔

یہ ایک فیکرہ اور صوفیانہ ذریعہ معاش ہے۔ اور جو اہل علم السلام اور لیاء و مدینہ اور مسلمانین کو بہت محبوب رہا ہے۔ چنانچہ انبیاء میں حضرت نوح بڑھتی اور حضرت داؤد و ہار تھے۔ حضرت سلیمان زمینیں ہنجر اپنا رزق پیدا کرتے تھے اور خزائن سے ایک کوڑی نہیں لیتے تھے۔ ہنجر اور گندم رچ پڑیوں بنا کرتے تھے۔ سلطان ناصر الدین کی گزرتراں لوسی پر بھی بڑے بڑے صاحب کمال اور ارباب فضل و علم مختلف پیشے اختیار کرتے رہے کہ اس طرح جو رزق حاصل ہوتا ہے وہ بہت پاک و مطہر اور شہادت سے بالاتر ہوتا ہے۔

سیدنا حضرت جنید بغدادی خزاری کہتے تھے۔ حضرت عمار بن یاقوت کپڑے سیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار دواتیں اور یونانی مرکبات بنایا کرتے تھے۔ اور عطاری کی ایک دوکان کھول لی تھی۔ حضرت شمس الامم مٹھائی خوب بنا تے تھے۔ علوی کی دوکان کھول لی تھی۔ حضرت عین الدین لاہوری قصاب تھے۔ حضرت سلطان العارفین خواجہ حسن بصری بالی بنا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولایت خواجہ بدر الدین رسیاں بنا کر اپنی روزی پیدا کرتے تھے۔ خود ام المومنین حضرت

سودہ چھڑے کی وباخت کا کام خوب کرتی تھیں۔ انیسویں علیہم السلام میں تجارت کا پیشہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے اختیار کر کے مسلمانوں کے لئے اسے سنت بنا دیا اور یار کرام میں حضرت حنیئہ الدین بیٹاری کی دوکان کرتے تھے۔ حضرت بہار الدین نقشبندی بھی بڑے تاجر تھے۔ حضرت سری سقطی کی میوے کی دوکان تھی۔ حضرت خواجہ حسن بصری جہاں رات کی دوکان کرتے تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا کاروبار دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور لاہور اور گردنوں روپیہ کی خرید و فروخت کرتے تھے اور منزل کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اصطفیل کے گھوڑے ملائی بیچوں سے ہندھا کرتے تھے۔

مسلمانو! آج تم تجارت سے بیگانہ ہو اور محنت سے یہ تصور بھی پیدا نہیں ہوتا کہ تجارت حضور نبی کریم کی سنت ہے تم سمجھتے ہو کہ تجارت کے لئے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کہ تجارت کی کامیابی کے لئے محنت کفایت اور بازاری کی حالت پر غور کی ضرورت ہے۔ اور بس

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ابتدا میں کچھ گھی اور پیسے بھری کی تجارت شروع کی تھی۔ رحمت و کفایت کی بدولت اسی سے کوڑ پتی بن گئے۔ اسی طرح ہاجرین کرام نے کیا۔ کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے ہیں تو انکے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا۔ بازار سے چھوٹی چھوٹی چیزیں لیں اور پھیری کی تجارتیں شروع کیں چھوٹی چھوٹی دوکانیں کھولیں اور کوڑ پتی بن گئے۔ یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں نے بھی اپنی مثال آپ کر انکی عرصہ افزائی کی۔ لیکن اگر آج بھی مسلمان دنیاوی کے ساتھ تجارت کی طرف مائل ہوں۔ تو وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ کہ تاجروں کا بھروسہ صرف خراب سرمایہ ہے۔ البتہ محنت کفایت اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ کاش مسلمان اب بھی سوچیں اور تجارت پر تیار ہوں۔

فروقات اکبر الہ آبادی

تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا

ہوتا ہے انبساط غزلے لطیف سے غنچے کو دیکھئے کہ ہوا کھل گئی

پوچھتے کیا ہو مسلمانوں کا حال منتشر اجزاء سب انکے ہو گئے

معتصم کب ہیں یہ جبل اللہ سے دیکھ لو جھاڑو سے نکلے ہو گئے

وضیع مغرب سیکھ کر دیکھا تو یہ کافور تھی اب میں سمجھا واقعی دارالحق کا تھی

استفتاء

از حضرت مولانا محمد علی صاحب خطیب

سنہری مسجد لاہور

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشوت لینے والے اور لے جانے والے اور رشوت کرنے والے کا کیا حکم ہے۔ بینوا و تاجر و

الجواب هو الموافق للصواب

شرعاً رشوت لینا دیناً و دوزخاً حرام ہیں۔ اور حرام کا مرتکب دوزخ کا مستحق ہے۔ اور حدیث میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ وارد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السواشی والہسنتی (راوی کا قال) اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت کی ہے۔ اور رشوت مقرر کرنے والے یعنی راشی اور مرتشی کے درمیان ایک کے لئے زیادتی اور دوسرے کے لئے کمی کرنے والے کو عربی میں رائش کہتے ہیں۔ امام بیہقی نے کثرت الابیان میں حضرت ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے انبیاء علیہم السلام و النبیؐ نے رائش پر بھی لعنت کی ہے اور رشوت لے جانے والے اگر نہیں جانتا کہ یہ مال رشوت کا ہے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے۔ اور اگر جانتا ہے۔ اور دانستہ اپنے کو فعل بد میں شریک اور معین بناتا ہے تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ولا تعادوا علی الاثم والعدوان

گناہ اور جرم سے تجاوز میں مدد مت کرو۔ (الباقی)

واللہ اعلم !

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ پر مہر ہے کہ کسی اپنے دوست اجنبی کے سامنے آجائے اور اس کی زوجہ اجنبی کے سامنے آنے سے گریز کرتی ہے۔ کیا شرعاً ایسے امور میں زوجہ کو اتباع زوج ضروری ہے یا نہ۔ بینوا و تاجر و

الجواب هو الموافق للصواب

شرعاً اتباع زوج مفید ہے۔ عدم شہوت اگر اجنبی آدمی حواس کے زوج کا دوست بنا

ہفت روزہ

”خدم الدین“

بزرگان دین کی نظر میں

حضرت مولانا محمد شعیب صاحب کتاب علی صاحبہ شیخوہ سے رسالہ ”خدم الدین“ لاہور کے متعلق اپنے تازات میں تحریر فرماتے ہیں:-

بخدمہ اخبار ”خدم الدین“ لاہور ایک معارف کتب خانہ ہے۔ ہمارے حضرت راست برکاتہم فرمایا کرتے ہیں۔

اللہ والوں کی جوتوں میں وہ مرقی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاج میں نہیں ملتے۔ قدام الدین محمد اللہ انبی مرثیوں کی مالہ ہے۔ روحانی بھونوں کا گدہ سنہ ہے۔ ایسے اخبار

تو بکثرت دیکھے گئے۔ جن کے صفحہ اول پر غیر شرعی تصاویر ہوں۔ دوسرے پر فرمان رسول کے عنوان سے ایک

آدھ حدیث کا ترجمہ۔ اور آگے غیر اسلامی مقالے۔ غش اور گندے افسانے۔ سینا اور تحفہ شہزاد

اور بچوں کے صفحہ کے عنوان سے بلی اور خور کے مصنوعی قصے۔ مگر ایسا اخبار ”خدم الدین“ اور ”خدم الدین“

ہے۔ جس کی تصاویر بھی اسلامی دائرہ کے اندر ہیں کے دیری مقالے بھی اسلامی حوالہ کے داعی ہیں کی

حکایات بھی اللہ جل شانہ کے مقبول بندوں کے صحیح حالات اور جس کے بچوں کے صفحے بھی اصلاحی ہوں اور

جس میں محسن ذکر کے انمول موتی اور غلبہ جمع کے ارشاد بالاتزام شائع ہوں۔ مگر بعض احباب سے یہ من کہ

بہت کوفت ہوتی کہ اخبار کی اشاعت بالکل محدود ہے۔ حالانکہ اگر ہماری اپنی جماعت کے چیدہ چیدہ

افراد بھی اس کی خریداری قبول فرمائیں تو اس کی اشاعت کئی ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ بعض نے تو

وی۔ پی۔ واپس کرنے کی بد اخلاقی کا ثبوت دیا ہے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھ کر بے حس

اور جمود کی اور کیا علامت ہوگی۔ میں حضرت کے جملہ متوسلین کی خدمت میں عرض کروں گا۔ کہ خود

خریداری نہیں اور احباب کو ترفیب دیں اور صاحب استطاعت احباب غریبوں کے نام پر عاری کر کے

صدقہ جاریہ کا ثواب حاصل کریں۔ اس کی فائز بھی آنے والی نسل کے لئے مشعل راہ ہوں گی۔

اخبار ہذا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ

دیجئے۔ (دیباچہ)

ہوا ہے خطرہ ہوا و فروع شہوت میں تو پھر شرعاً

ایسی اتباع حرام ہے۔ رد المحتار میں ہے:-

وَاللَّيْثُ وَالْأَيْتُ وَكَتَبْتُ مِنَ الْأَجْنِبِيَّةِ

إِلَى وَجْهِهَا وَكَفَيْتُهَا مَقْطُوعٌ

لِلصُّرَّةِ نَوَاحِ الشَّهْوَةِ

أَوْ شَكَّ إِنْ مَنَعَ نَظْرَهُ إِلَى

وَجْهِهَا فَعَلَّ النَّظْرُ مُقْبِلٌ بِعَدَمِ

الشَّهْوَةِ دَلَالًا فَحَرَامٌ هَذَا فِي

مَا بَيْنَهُمَا كَأَمَّا فِي سَوَاءِ مَا بَيْنَهُمَا

فَمَنْعٌ مِنَ الشَّيْءِ بَيْنَهُمَا كَذَا فِي

الْفَهْرِسْتَانِ وَغَيْرِهِ إِلَّا النَّظْرَ

لَا الْمَنْعَ لِحَاجَتِهِ كَقَتَا حِينَ

شَاهِدٍ يَحْكُمُ وَيُشْهِدُ عَلَيْهِمَا

دَيْرٌ مُخْتَلَفٌ قَوْلُهُ أَمَّا فِي سَوَاءِ مَا بَيْنَهُمَا

الْحُكْمُ لَا لِدَلَالَةِ عَوْنِهِ بَلْ لِنُحُوفِ الْفَهْرِسْتَانِ

ترجمہ:-

روایت یہ ہے۔ کہ اجنبی عورت کا چہرہ اور

دو لونہ ہاتھ ضرورت کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے

پس اگر شہوت کا خوف یا شک ہو تو اس کا چہرہ

دیکھنے سے باز رہے۔ لہذا اجازت نظر عدم

شہوت کے ساتھ مفید و نہ حرام ہے۔ یہ ان لوگوں

کے زمانے میں تھا۔ ورنہ ہمارے زمانے میں جو ان

عورت کے دیکھنے سے روکا نہ جائے گا اور چھوٹے

سے روکا جائے گا۔ جبکہ ضرورت کی وجہ سے ہو۔

مثلاً حاکم اور شاہد کہ ان کو حکم اور شہادت

دینا ہوتی ہے۔ قولہ اما فی زمانہ الخ

نہ اس وجہ سے کہ چہرہ ستر ہے بلکہ اس وجہ سے کہ فتنے

کا خوف ہے۔ لہذا اس زمانہ میں اجنبی کے سامنے

جو اس کے شوہر کا دوست ہے نہ آئے۔ اس لئے

خطرات بے حد ہیں۔ اور اس زمانہ میں بے باکی

زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ کاری عدسے بطور

گھڑی ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کو بے حیائی سے

بچائے۔

دینی معلومات کے لئے ”خدم الدین“ کا مطالعہ کیجئے۔

بقیہ خطبہ جمعہ

(ص ۷ سے آگے)

سو چکے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں شرامتہ کہا جائے۔ تو بعد از قیاس نہیں تھا۔

اب کیا بن گئے

اب اللہ تعالیٰ نے انہیں (خَبَرًا مَّتًی اُخْرِجَتْ لِنَاصِ) کا لقب عطا فرمایا ہے۔ یعنی جتنی اُمتیں اصلاح خلق اللہ کے لئے دُنیا میں بھیجی گئی ہیں۔ ان میں سے بہتر یہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت ہے۔

اس اُمت کے محاسن

- (۱) سب اُمتوں سے بہتر اُمت ہے۔
- (۲) لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے ہیں تو یہی ہیں۔
- (۳) بُرائی سے روکنے والے ہیں تو یہی ہیں۔
- (۴) اصلی۔ کھرے اور پتھے ایماندار ہیں۔ تو یہی جماعت ہے۔

(یہ الفاظ میں نے اس لئے استعمال کئے ہیں۔ کہ اللہ جل شانہ جن لوگوں کے ایمان کی شہادت سے رہے ہیں۔ ان کے حق میں یہ الفاظ موزوں ترین ہیں)

ان کے انقلاب کا نقشہ مولانا حالی کی زبان سے

وہ تبھیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرا دیں غریبوں کی بر لائے والا
مصلحت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پیارے کا غم کھانے والا
فیقول کا لہجہ ضعیفوں کا مادی
یتیموں کا والی غلاموں کا مولی
اُتر کہ حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کرکٹ کا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری مادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی
اک آواز میں سوئی بستی جگادی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گراں کو اک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا
بہت دن کے سوئے ہوؤں کو جگایا

فاعتبروا دی الی الابد

برادران اسلام۔ ہمارا ایمان ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں میں وہی قرآن مجید ہے جو آج سے ساڑھے

تیرہ سو سال پہلے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں موجود تھا۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کے اندراج بھی وہ تاثیر موجود ہے۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے موجود تھی اور اس پر عمل کرنے والوں کی امداد کے جو وعدے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے کئے تھے۔ آج بھی وہ وعدے اس پر عمل کرنے والوں کے لئے موجود ہیں۔

پھر کمی کس چیز کی ہے

کمی اس چیز کی ہے۔ کہ آج کل کے مسلمان مالے کے سارے اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہے۔ جو سرے سے قرآن مجید پر عمل کرنے کی مخالفت ہے۔ ان کا یہ مقولہ ہے کہ ہم ملازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کیا ملا کے پاس کمیوژم ہے یا سوشلزم ہے۔ ملا کے پاس قرآن مجید ہی تو ہے۔ یا اس کی شرح حدیث نبی کریم ہی ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ملازم نہیں قائم ہونے دیں گے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبی کریم کو ملک میں نافذ نہیں ہونے دیں گے۔ مسلمانوں میں ایک دوسرا گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ قرآن مجید کو نافذ کریں گے۔ لیکن اس کا مفہوم اور مطلب وہ نہیں ہیں گے۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال سے اسلام کے ذرائع اور جان نثار مفسرین اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے لے کر آج تک سنتے اور سناتے۔ پڑھتے اور پڑھاتے آئے ہیں۔ ایک تیسرا گروہ ہے۔ جو اقلیت میں ہے وہ جانتا ہے کہ اسلام کا وہ نقشہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھا۔ علی طور پر بھیجی رائج ہو۔ اور علی طور پر بھی اسی رنگ کی پیروی کی جائے تاکہ جو بہشتی اس زمانہ میں مسلمانوں کو نصیب تھی نہیں۔ وہ آج پھر مسلمانوں کو نصیب ہوں اور جو خدا تعالیٰ کی رحمت اس وقت کے مسلمانوں پر نازل ہوئی تھی آج پھر نازل ہوں لیکن ان کی اقلیت کے باعث ان کی آواز کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت ناراض ہے

ذکر الصدقہ صریح کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے کیونکہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ دو گروہ ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلام کے زندہ کرنے کے مخالف ہیں۔ ایک علی الاعلان کھلم کھلا مسلمان کہتا کہ اسلام کو مٹانا چاہتا ہے جو علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ ملازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ جس کی تفصیل پہلے عرض کر چکا ہوں۔ دوسرا گروہ اسلام

کا نام لیتا ہے مگر جو اسلام مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے تیرہ سو سال سے منتقل ہو کر چودھویں صدی والے مسلمانوں کو نصیب ہوا ہے۔ اس کا مخالف ہے۔ وہ فقط قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر اسکی نئی تشریح کرنا چاہتا ہے۔ ان حالات میں صاف صاف عرض کرنا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اکثریت سے ناراض ہے

ایک درخواست

یہ عاجز بھی اس گروہ میں شامل ہے۔ جسے حقارت کمینہ طریقہ سے لا کہا جاتا ہے۔ میں مسلمانوں کے پہلے دو گروہوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ مجھے پہلے نقطہ ایک سال کے لئے امتحاناً پاکستان کے ایک صوبہ کی حکومت دیدیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ جل شانہ کی فیبی امداد سے قرآن مجید کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر حکومت قائم کر کے دکھا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے یقین کامل ہے کہ پاکستان کے سب سے پہلے گورنر جنرل اور سربراہیقت علی خاں کے اعلان کے مطابق آپ کو پاکستان کی تصویر نظر آنے لگے گی۔ اور کافی اور معتد بہ حالت تک محمدی اسلام کا نقشہ نظر آنے لگے گا۔ خدا کے فضل سے جب اُنارا اچھے نظر آئیں گے۔ تو پھر دو سال مزید مہلت دیدیجئے گا۔ تاکہ تین سال کے اندہ اسلام محمدی (مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ) کا پورا نقشہ اس صوبہ میں نظر آنے لگے۔

معاویہ اور مبعاد

ایک صوبہ میں اس نقشہ پر نظام قائم کرنے کے لئے پہلے مجھے اپنے ہم خیال و ہم رنگ معاویہ کا انتخاب کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اور اس انتخاب کی مبعاد تین ماہ ہوگی۔ میرا یقین ہے۔ کہ حکومت کے ہر شعبہ میں ایماندار۔ ویا انداز۔ فرض شناس۔ اسلام کے سچے خیر خواہ مسلمانوں کے۔ پہلے ہمدرد۔ اسلام محمدی کو زندہ کرنے کے خواہشمند موجود ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور تو اور مجھے پولیس اور فوج میں سے ان صفات حمیدہ سے منصف آدمی مل جائیں گے۔ جو میرے دست و بازو بنیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کے دربار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہر شے ہونے کے لئے پوری ہمت سے کام کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب ایک صوبہ میں قدامت پسندوں کے ہاتھ سے اسلام محمدی کا نمونہ قائم ہو جائے گا۔ تو پھر باقی صوبوں کو بھی اسی پر ڈھال لیجئے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

”خدا مراد میں لاہور کی توسیع اشاعت میں ہاتھ بڑھانا کتاب و سنت کی خدمت کرنا ہے“

بچوں کا صفحہ

حسن سلوک

(عشرت آرام)

جناب رسالتؐ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ عید کے دن جبکہ آپ نماز عید کی ادائیگی کے بعد گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ہر طرف بچے نہایت خوش و خرم کھیل کود میں مصروف ہیں مگر ایک ننھا سا معصوم بچہ ان سب سے بالکل مختلف تھا۔ عید کے دن بھی اس کے جسم پر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور شکل سے بھونک اور پیاس صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

جناب رسول اکرمؐ بچے کے پاس تشریف لے گئے اور نہایت شفقت سے اپنا دست مبارک بچے کے شانے پر رکھ کر فرمایا۔ لڑکے تم اس طرح افسردہ خاطر کیوں بیٹھے ہو؟ وہ نہایت پاس انگیز حالت میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس نے اسی حالت میں جناب کی طرف دیکھے بغیر آپ کا ہاتھ جھٹک دیا اور غصہ بھرے لہجہ میں کہا برائے جہانی آپ یہاں سے چلے جائیے اور مجھے میری موجودہ حالت میں ہی رہنے دیجئے۔ آپؐ نے نہایت نرمی سے دوبارہ بولچھا۔ مجھے بتاؤ تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں۔ شاید میں تمہاری کچھ

مدد کر سکوں؟ بچہ نے اپنا چہرہ گھٹنوں میں چھپایا اور کہنے لگا۔ میرا والد لڑائی میں پیغمبر اسلامؐ کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا اور میری ماں سوتیلی ہے جو میری موت بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ چنانچہ اس نے میرے والد کی تمام جائداد وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اب نہ تو میرے پاس پہننے کے لئے کپڑے اور نہ کھانے کو روٹی۔ نہ گھر نہ بار۔ اور آج جبکہ تمام بچے ذرقِ برق لباسوں میں ملبوس سنہنی خوشی کھیل رہے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر بچہ خاموش ہو گیا۔

جناب رسول اکرمؐ یہ دیکھ کر کہانی سن کر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ اور نہایت محبت سے فرمایا۔ میرے بچے تمہاری طرح میرے والدین بھی بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔

یہ سنتے ہی بچہ نے اپنا سر اٹھایا۔ اور جب اس نے دیکھا کہ وہ پیغمبر اسلامؐ سے ہم کلام تھا تو نہایت خوف زدہ ہوا۔ اور اس نے سوچا کہ آنحضرتؐ اب مجھے ضرور کوئی بڑی سزا دیں گے۔ چنانچہ فوراً ہی اس نے اپنا چہرہ اپنے منہ سے ہاتھوں میں چھپا

لیا۔ یہ دیکھ کر آپؐ مسکرائے اور فرمایا۔ میرے بیٹے اگر میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہؓ تمہاری ماں اور فاطمہؓ تمہاری بہن بن جائیں تو کیا تم خوش ہو جاؤ گے؟ اور لڑکے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

آپؐ نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گئے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا۔ آج سے یہ بچہ تمہارا بیٹا ہے۔ حضرت عائشہؓ بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اسے غسل دے کر نہایت عمدہ کپڑے پہنائے۔ اور پیٹ بھر کے کھانا کھلایا۔ اور نہایت شفقت بھرے لہجے میں فرمایا۔ میرے بیٹے آج سے اسے اپنا گھر سمجھو۔ اور مجھے اپنا ماں۔!

جب بچے نے اپنے ساتھ ایسا مہذب و ادب سلوک دیکھا تو اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا اور سنہتا اور شفیقت لگتا ہوا دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل میں شریک ہو گیا۔

اقوال زہین

(عبد شریف پرویز)

(۱) جو مسلمان دوسرے مسلمان کی بیماری پر کسی صبح کے وقت کرتا ہے تو شام تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔ اگر شام کے وقت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔

(۲) کسی مسلمان کی مصیبت پر تم خوشی مت ظاہر کرو۔ نہ جانے اللہ تعالیٰ تم کو اس مصیبت میں چھپا دے اور اس کو نجات دے۔

(۳) جو شخص دوسروں کے بھید کھولے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے بھید کھولیں گے۔

(۴) ایسا آدمی جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں مائی بھر کے دلوں کے برابر تکبر ہوگا۔

بقیہ اسلام میں نبوت کا تصور

عرض کیا کہ ”آپ کو سجدہ کیا جائے تو آپ زیادہ سختی ہیں۔“ جواب ملا ”تم میری قبر پر گزرو گئے تو سجدہ کر گئے؟“ کہا ”جی نہیں“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تو پھر میرے جی بھی سجدہ نہ کرنا چاہئے“

ایک بار حضور کو نہیں جا رہے تھے، راستہ میں ایک کورنگ کر ایک شخص پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کانپنے لگا۔ آپ اس کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا ”خدا نہیں۔ میں ایک ایسی ترقی یافتہ قوم کا بچا ہوں۔ جو خشک کوشش کے عجز سے کھابا کرتی تھی۔“

یہی وہ بڑے جنیت ہے جس کے بغیر صحیح عقیدت کے جذبات نہیں پیدا ہوتے۔ اور عقیدت کے جذبات پیدا کئے بغیر کسی نئی یا مصلح کی کوشش کا مایاں نہیں ہو سکتی۔

انبیاء و ائمہ صاحبین کی پرستش و تہلیل و تعظیم و تکریم اگرچہ ان کو خدائی کے مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی۔ مگر ان کی کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتی۔ البتہ ان کے زیادہ مندوں اور معتقدوں کے لیے بے حد عزت و رسالت اور ان کو گمراہی کی پستی میں ڈھکیٹنے والی اور خدا سے دور کرنے والی چیز ہے، قرآن مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کا بدلا جرم یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ

اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُم دُورَ هَبَاتِ هُمُ
ارْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحِينَ

موسیٰ۔ (القرآن: توبہ)

”انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عاملوں کو راہبوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مسیحین کو میرے خدا قرار دیا ہے۔“

چنانچہ اپنی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مستقل حکم تھا کہ ”میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو۔ میرا کہہنا و نصیحتی نے اپنے پیروں کی شان میں کیا ہے“

خدا کی ہمسری یا اس کی مشیت میں دخل دینا کیسا۔ آپ نے خود کو اس کے سامنے ہمیشہ عاجزوں سے زیادہ عاجز اور بے بسوں سے زیادہ بے بس ظاہر کیا ہے۔ اور البیابھی ہونا بھی چاہئے تھا۔ کیونکہ جو شخص جس قوت کا جتنا زیادہ علم رکھتا ہے، اس سے اتنی ہی زیادہ ڈرتا ہے۔

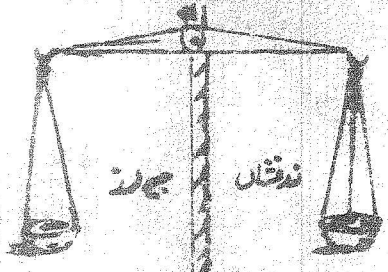
حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے خاص مقرب تھے اپنے تمام ان ہی کے مکان پر قیام فرمایا تھا۔ لہذا جب سلسلہ میں ان کا انتقال ہوا تو آپ کو بہت رنج پہنچا۔ یہودیوں نے اس پر طعنہ دیا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی خدا کے رسول ہوتے تو اس صدمہ میں کیوں مبتلا ہوتے

نفس زورات

زورات خریدنے و توت
و حرم کائنات کی سوئی

اور

دکان کا نام ضرور دیجییں



ٹیلیفون نمبر ۲۲۸۱ ٹیلیفون نمبر ۲۲۸۱

زرقشاں جیولرز۔ ۳۳ کمرشل بلڈنگ۔ دی مل۔ لاہور

کھڑے پکا ضلع طمان میں خدم الدین لکھو

کمانڈر محمد صاحب جو بان مسلم فوجی کھیتی
سے حاصل کریں

تیم شدہ ۱۹۷۸
ٹیلیفون نمبر ۲۲۸۱
ڈیڑھ لاکھ روپے

آپ نے سنا تو فرمایا میں خدا کے یہاں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

اپنی عقل و توانائی پر انسان کتنا ہی ناز لے کیوں نہ ہو۔ اس میں عیب غریب باتوں سے متاثر ہونے کا وہ عارضی ہی طریقہ پر کسی پایا جاتا ہے۔

اکثر وہ ان چیزوں کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ جو کوئی غیر معمولی سمجھے۔ اور جو اس کے قیام و بقا سے بالاتر ہوں۔ اور اس کے برعکس وہ بات جو افوق الفطرت نہ ہو، اپنی صداقت کے باوجود کبھی کبھی اس کی شرح کو متوجہ کرنے سے قاصر ہوتی ہے (اسی لیے پیغمبروں کو دوسری تدبیروں کے ساتھ معجزوں سے بھی کام لینا پڑتا تھا) عربوں میں ناخواندگی اور جہالت کے باعث یہ کمزوری بالخصوص نمایاں تھی۔ اور وہ ہر غیر معمولی بات دیکھ کر سہم جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ میں بھی بہت سے ایسے واقعات رہنا ہوتے۔ جنہوں نے ان کے اوہام زدہ ذہنوں کو چونکا دیا۔ اور خوف زدہ ہو کر آپ کی رسالت کے قائل ہو گئے۔ مگر آپ نے ان خیالات کی ہمیشہ تردید کی اور لوگوں کو سوچنے اور سمجھنے کی نصیحت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صاحبزادے نہ تھے۔ ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے۔ جس کا نام آپ نے ابراہیم رکھا۔ یہ قدرتی طور پر آپ کو بہت محبوب بھی تھے۔ لیکن اللہ کی مشیت کو وہ دھونچنے ہی کے

زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ اتفاق سے اسی دن اس وفد کا سویرا گرجمن پڑا کی ایک اندھیرا ہو گیا۔ عربوں میں قدیم زمانے سے یہ خیال رائج تھا کہ سویرا گرجمن کسی عظیم المرتبت شخص کے مرنے سے پڑا کرتا ہے۔ اس لئے اس واقعہ سے کفار و منافق متاثر ہوئے کہ ان میں سے کچھ آپ کے پاس گئے اور اپنی مخالفت کی معافی چاہی، آپ چاہتے تو ان کو فوراً اسلام میں داخل کر لیتے۔ لیکن اسلام نے جو مذہب کی بنیاد تقیہ و تدبیر پر قائم کی تھی اور نبی کے ذمہ جہاد و عاقل کو اس کے پروردگار کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے نہ کہ زبردستی سے دھرت دینا رکھا تھا۔ اس لئے آپ نے یہ پسند نہ فرمایا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے اس کے متعلق ایک مستقل خطبہ دیا۔ جس میں لوگوں کو آگاہ کیا کہ

”سویرا گرجمن اپنے جانہ خندا کی نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ای میں گھبراہٹ نہیں گھٹا۔“

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم دی ہو تو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی خطبہ آپ کی صداقت کے یقین کے لئے کافی ہے۔ اس خطبہ کے الفاظ صحیح بخاری کتاب گسوف میں محفوظ ہیں

(بیشک القرآن)